ABSTRACTS

Qaimkhani Dialect: its linguistic, syntexitcal and morphological characteristics.

Karm Chand the son of Mote Rao Chauhan Prince of Dadrera, accepted Islam during the reign of Feroz Shah Tughlique and was named Kaimkhan . Later on his descendents and boli (dialect) inherited this term. Qaim Khani boli is sub dialect of Rajistani languages. Actually we cannot fixed its relation with one language, it is very close to Marwari language; and is also called sub dialect of the Marwari language. Qaim Khani language has no separate alphabets. it is written in Urdu in Pakistan whereas in India it is written in Devnagri letters. The dialect has absorbed words from other dialects or languages that has enriched its vocabulary.

ساجدہ پروین

’’قائم خانی بولی: لسانی، حرفی اور نحوی خصوصیات‘‘

(۱)

زبان، انسان کی بنیادی ضرورت ہے اور انسان کی پیدائش کے ساتھ ساتھ ہی زبان کا وجود بھی عمل میں آیا۔ اس سے پہلے یقیناً اشاروں اور حرکات سے اپنی ضرورت اور احساس کا اظہار کیا گیا ہوگا۔ چوں کہ زبان فطرت کا ایک عطیہ ہے اور اس کا تمام تر دارومدار انسان کی قوت گویائی پر ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر سہیل بخاری لکھتے ہیں: ’’زبان مقررہ صوتی علامات کا ایک ایسا مواصلاتی نظام ہے جس کی مدد سے کسی سماج کے افراد آپس میں مل جل کر کام کرتے ہیں‘‘ [1]

زبان اپنے ملک، ماحول اور سماج کی علامت ہوتی ہے اسی لیے ہر زبان انسانی معاشرے میں ہی زندہ رہتی اور نشو نما پاتی ہے۔ علم اللسان یا لسانیات کا اہم موضوع ’’زبان‘‘ ہے۔ جیسے کہ ان زبانوں کی پیدائش اور ارتقاء کیسے ہوا؟. جو بولی ہم استعمال کرتے ہیں اس کی اصل کیا ہے؟. وہ کن دوسری زبانوں اور بولیوں سے ملتی جلتی ہے؟[2] اُس کی مزید علاقائی تحتی بولیاں (Regional Dialect) کون سی ہیں؟. اور وہ خود کس زبان کی ذیلی بولی (sub+dialect) کی ایک شکل ہے؟۔ چناں چہ اصلی اور نسلی اعتبار سے لسانی سرمائے کا جائزہ لیا جائے تو قائم خانی بولی کا مولد اور موجودہ وطن برصغیر پاک و ہند کی سرزمین ہے اس سلسلے میں تفصیل جاننے کے لیے ہندوستان کی زبانوں کے متعلق پروفیسر سید احتشام حسین ہندوستان کے قدیم باشندوں اور ان کی زبانوں کی بابت معلومات فراہم

کرتے ہیں۔۳؎ اور اب تک جو آثار دستیاب ہوئے ہیں ان میں ابتدائی حجری تہذیب کے علم بردار ''نگریٹو'' (Negrito) حبشی نسل کے لوگ کا سب سے پہلے سندھ میں آباد ہونے کے آثار، دوسری قوم جس کے ہندوستان میں آنے کا سراغ ملتا ہے انھیں '' آسٹرک '' (Austric) کہا جاتا ہے۴؎ اور غالباً آریوں کے آنے سے قبل وہ دراوڑں کے ساتھ مل کر ترقی کرتے رہے۔ آسٹرک قبائل کی ہندوستان میں آمد اندازاً پانچ ہزار قبل مسیح سے پہلے کی لگائی جاتی ہے۔۵؎ تاریخ فرشتہ میں ہندوستان کی قدامت کے متعلق ابو قاسم فرشتہ لکھتے ہیں کہ :

''بیٹا ارشد۶؎ کا حام کہ ہند نام رکھتا تھا، '' ملک ہند'' اس کے نام سے موسوم ہے۔ اس کا بھائی سند ------

''ملک سند'' میں فروکش ہوا، شہر ٹھٹھہ اور ملتان اپنے فرزندوں کے نام پر بنا کیا ۔''۷؎

ان کی رائے کے مطابق ہندوستان کے مختلف حصوں کے جو نام ہیں انھیں بھی حضرت نوحؑ کی اولاد کے ناموں سے منسوب کیا ہے۔ ہندوستان میں آنے والوں کا تیسرا بڑا گروہ دراوڑ نسل کے لوگوں کا ہے۔ یہ بھی بحیرۂ روم ہی کی طرف سے آئے اور ابتدا میں وادیِ سندھ میں بسے پھر آہستہ آہستہ پھیلتے پھیلتے ملک کے دوسرے حصوں میں آباد ہوتے چلے گئے خاص کر شمالی حصوں میں ان کی بڑی آبادی کے آثار ملتے ہیں۔۸؎ آریاؤں سے پہلے یہی ایک نسل ہے جس کا لسانی ورثہ ایک خاندان السنہ کی حیثیت سے ہندوستان میں موجود ہے آریوں کی آمد کے وقت ہندوستان کے باقی حصے جہالت کی تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے صرف سندھ ہی وہ علاقہ تھا جہاں تہذیب وتمدن کی روشنی تھی۔ اس طرح سندھ اور سندھی بولی کی قدامت کا بھی پتا چلتا ہے۔

جیسا کہ محترم سراج الحق میمن اپنے مقالے میں سندھی بولی میں قدیم تہذیب کی نشانیوں کی بابت لکھتے ہیں: ''سندھی اگر سنسکرت کے لفظوں کی مرہون منت ہے، تو سنسکرت تو سندھی کی اس سے زیادہ قرض دار ہے'' ۹؎

سراج الحق میمن کے نظریے کے مطابق برصغیر پاک و ہند کے خطے کی قدیم تہذیب اور بولیوں کی بنیاد سندھ کا علاقہ ہے.

جب کہ مولانا سید سلیمان ندوی ہندوستان کی قدیم بولیوں کی تلاش کی بابت رقم طراز ہیں کہ:

''ہندوستان کے اصلی رہنے والے دراوڑی اور ہندوستان کی اصل زبانیں ٹامل، تلگو اور کنڑی وغیرہ دراوڑی زبانیں ہیں، سنسکرت اور پرانی ہندی خود باہر کی زبانیں ہیں جن کا اس ملک سے چند ہزار برس سے زیادہ کا تعلق نہیں آریا جو زبان بولتے ہوئے اس ملک میں آئے، معلوم نہیں وہ اس کو کب تک بولتے رہے، بہرحال اس میں میل ہوا اور اس سے اتر کر ایک دوسری زبان کا خاکہ تیار ہوا، جو ذرا ذرا سے فرق سے ہر صوبے میں الگ الگ ہو گئی۔ ۱۰؎

اس سے پتا چلتا ہے کہ آریاؤں سے پہلے جنوبی ہند میں چار بڑی زبانیں خاندان السنہ کی حیثیت سے موجود تھیں یہ تامل، تلگو، کنڑی اور ملیالم ہیں. آریاؤں کا اثر ہندوستان کی زبان کے ساتھ ساتھ اس کی تہذیب وتمدن پر بھی بہت گہرا پڑا مگر پھر اس کے بعد آریا بھی اپنی زبان کو دراوڑی اثرات سے محفوظ نہیں رکھ پائے یہی وجہ ہے کہ ہند آریائی زبانیں سنسکرت سمیت دراوڑی زبانوں سے

متاثر ہیں۔ [۱۱]

ڈاکٹر نبی بخش بلوچ صاحب، آریاؤں کے بعد ایرانی، یونانی ترکی اور دراوڑی کے سیاسی ولسانی اثرات کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ:

> ''جس طرح سے ''دارا'' کی فتوحات سے'' قدیم ایرانی زبان'' کا راستہ ہموار ہوا اسی طرح ''عظیم فاتح'' سکندر'' کی فتوحات نے ''یونانی زبان'' کے اثرات کا کا دروازہ کھولا، اور اس نے اپنے لسانی اثرات مرتب کیے۔ پھر اسی طرح ''ساکا'' اور ''ستھین'' کی وجہ سے ترکی اور داردی زبانوں کو پھیلنے میں مدد ملی ،کوشاں شاہ کنشک کے دور میں پالی پراکرت کو اثر انداز ہونے کا موقع ملا اور پارتھیوں کے حملوں نے بھی ترکی اور داردی زبانوں کو اثر انداز ہونے کا موقع دیا'' [۱۲]

قانونِ ارتقا کے تحت جس طرح ایک زبان کے الفاظ دوسری زبان میں داخل ہو کر اس کا حصہ بن جاتے ہیں. بالکل اسی طرح دراوڑی زبانوں کے الفاظ تہذیبی اور تمدنی ضرورتوں کے مطابق آریائی زبانوں نے بلاشبہ قبول تو کر لیے مگر ان کی صرفی ونحوی خصوصیات اور باقی زبان کے اصل ڈھانچے میں ان خارجی اثرات کی وجہ سے کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ دیکھا جائے تو آریا قبائل کی زبانوں کے لسانی اعتبار سے تین ادوار اہم ہیں .

۱۔ سنسکرت اور اس کی ہم عصر بولیوں کا دور

۲۔ پراکرتوں کا دور

۳۔ اپ بھرنشوں کا دور

آریا نسل کے قبائل کا ہندوستان میں داخلہ ہماری لسانی تاریخ میں بہت اہمیت کا حامل ہے کیوں کہ اس سے برصغیر پاک و ہند کی زبانوں اور بولیوں پر گہرے اثرات مرتب ہوئے ڈاکٹر محی الدین قادری زور بھی اپنی تصنیف ''ہندوستانی لسانیات'' میں برصغیر پاک و ہند کے طول وعرض میں بولی جانے والی چھوٹی بڑی سو زبانوں میں سے پانچ سات کو چھوڑ کر باقی تمام کا تعلق آریائی خاندان سے ہی بتاتے ہیں۔ [۱۳] ڈاکٹر گیان چند جین، سنسکرت کو ہندوستان کی قدیم ترین زبان اور آریاؤں کی زبان بتاتے ہیں کہ وہ تقریباً ۱۵۰۰ء ق م (پندرہ سو قبل مسیح) تک ہندوستان کی سرحدوں میں داخل ہو چکے تھے .اور یہاں کے مقامی باشندوں کول، بھیل [۱۴] اور دراوڑں کو زیر کرتے ہوئے آگے مشرق اور وسط ہند کی جانب پیش قدمی کر چکے تھے۔ [۱۵] مسلمانوں کی آمد ہندوستان کی تاریخ میں نسلی ولسانی اعتبار سے ایک نئے عہد کا آغاز کرتی ہے جدید آریائی زبانوں کا ظہور ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد کا رہین منت ہے اگر چہ مسلمان ہندوستان میں نہ بھی آتے تو بھی ان زبانوں میں تغیر وتبدل لازمی تھا مگر پھر شاید ان کا روپ مختلف ہوتا، کیوں کہ زبانیں تو اپنے فطری ارتقاء کا سفر جاری رکھتی ہیں۔ مسلمانوں کی ہندوستان میں آمد کے بعد یوں تو برصغیر کی سبھی زبانوں نے عربی وفارسی کے اثرات قبول

کیے۔مگر راجپوتانہ میں بولی جانے والی راجستھانی بولیاں بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی ۔اس لیے بھی کہ راجستھانی بولیاں بہت قدیم ہیں۔اس سلسلے میں ڈاکٹر عزیز انصاری لکھتے ہیں کہ:

''راجستھانی اردو ہندی زبانوں سے کہیں زیادہ قدیم ہے اور مسلمانوں کی آمد سے قبل دہلی اور اس کے اطراف میں بھی راجستھانی بولی جاتی تھی۔'' ۱۶

اپنے پی ایچ ڈی مقالے ''اردو اور راجستھانی بولیاں'' میں وہ اردو کے راجستھانی پر اثرات کے ساتھ ساتھ راجستھانی کی قدامت کا بھی لکھتے ہیں کیوں کی راجستھانی کی طرح اردو کی اصل بھی آریائی زبان کو قرار دیا جاتا ہے ۱۷ بہرحال آریاؤں کی آمد کے بعد مختلف گروہوں کی زبانیں اشتراک و اختلاف کا شکار ہوتی چلی گئی یہاں تک کہ ہر علاقے کی زبان بالکل الگ ہوگئی اسے ماہرین لسانیات نے ابتدائی یا قدیم پراکرتوں کا دور کہا ہے اس دور کی ادبی زبان سنسکرت تھی سنسکرت اور پراکرتیں ارتقاء کے مختلف مراحل سے گزرتی ہوئی ہماری موجودہ ہند آریائی زبانوں اردو اور راجستھانی وغیرہ کی صورت میں نمودار ہوئیں۔''زمانہ قدیم میں گجرات، مارواڑ، جنوبی پنجاب، راجپوتانہ کے علاقوں میں ایک ہی زبان ''اپ بھرنش'' بولی جاتی تھی دراصل یہ کوئی زبان نہ تھی بلکہ ماگدھی وغیرہ مختلف پراکرت بھاشاؤں کی بگڑی ہوئی مخلوط بھاشا کا نام ہے۔'' ۱۸ اس کے بعد ''پراکرتوں کا زوال شروع ہوا تو ان کی جگہ جو بولی یا زبان معرض وجود میں آئی اُسے اپ بھرنش کا نام دیا گیا اور یہ زبان دسویں گیارہویں صدی تک رائج رہی پھر اس کے بعد جدید زبانیں ابھرنے لگیں۔'' ۱۹

ڈاکٹر مسعود حسین خان، بھی راجستھانی بولیوں کا سرچشمہ سوراسینی پراکرت کو بتاتے ہوئے اپنی تصنیف ''تاریخ زبان اردو'' کے مقدّمے میں لکھتے ہیں:

''مسلمانوں کے فتح دہلی سے قبل راجپوتی عہد میں زبان کا جو کینڈا تھا وہ نہ برج بھاشا ہے اور نہ کھڑی بولی بل کہ اس عہد کی قدیم اپ بھرنش روایات میں جکڑی ہوئی زبان ہے جس پر راجستھانی کا اثر نمایاں ہے۔'' ۲۰

اپ بھرنشوں کے عروج کے زمانے میں ہی لسانی تغیرات کا عمل شروع ہوا ڈاکٹر فیروز احمد بھی اپنی تصنیف ''راجستھانی اور اردو'' میں راجستھانی کی اصل پراکرت کو بتاتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ خود پراکرت کے وجود میں آنے کا بنیادی سبب سنسکرت ہے۔وہ رقم طراز ہیں کہ:

''جس طرح مغربی ہندی کی بولیوں کا ماخذ کسی اور زبان میں ہے اسی طرح راجستھانی بھی اپنی اصل کے اعتبار سے اسی زبان سے متعلق ہے جس سے مغربی ہندی، یہ زبان عام طور پر شورسینی اپ بھرنش ہے جو ہندوستان کی جدید زبانوں کی تشکیل میں نمایاں کردار ادا کرتی ہے۔'' ۲۱

ڈاکٹر عزیز انصاری نے بھی راجستھانی اور اس کی ذیلی بولی مارواڑی کی قدامت کے سلسلے میں اپ بھرنش عہد میں راجستھانی کے ادبی روپ ''ڈنگل'' کا ذکر کیا ہے جب کہ مرزا خلیل بیگ اردو کی اصل بھی شورسینی اپ بھرنش کو قرار دیتے ہیں جو

شورسینی پراکرت سے پیدا ہوئی اور شورسینی پراکرت کے حدود اربعہ وہی تھے جو قدیم ہند آریائی دور میں مدھیہ پردیش یعنی شمالی وسط ہند کے تھے اور جہاں سنسکرت پروان چڑھی تھی غالباً یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اردو مدھیہ پردیش کی اسی قدیم زبان کی آخری کڑی ہے۔ ۲۲

اردو اور راجستھانی کے تعلق کے ضمن میں ڈاکٹر فیروز احمد مزید لکھتے ہیں کہ:

''اردو کا لسانی رشتہ شورسینی اپ بھرنش سے رہا اور چوں کہ اسی شورسینی اپ بھرنش کی ایک ذیلی شاخ سے راجستھانی کا جنم ہوا اس لئے منطقی اعتبار سے راجستھانی اور اردو کا رشتہ متعین ہو جاتا ہے۔'' ۲۳

اسی طرح ''اکبر کے زمانے میں ابوالفضل نے آئین اکبری میں جن زبانوں کے نام گنوائے ہیں ان میں مارواڑی ایک باقاعدہ بولی کی حیثیت سے چوتھے نمبر پر نظر آتی ہے۔'' ۲۴ راجپوتانہ کے تمام علاقے میں مارواڑی کی شاخیں ملتی ہیں اس بنا پر اس کو مجموعی طور پر راجستھانی بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بات اور بھی ہے وہ یہ کہ راجستھانی کسی ایک بولی کا نام نہیں ہے۔ قائم خانی بولی بھی راجستھانی بولی ہے اور مارواڑی کی تحتی بولی بھی۔ لہٰذا اس طرح قائم خانی بولی کا اردو زبان سے قدیم رشتہ استوار ہو جاتا ہے۔ راجستھانی بولیوں کے متعلق سر جارج گریئرسن لکھتے ہیں کہ یہ ایک ہی زبان کی مختلف بولیاں (Dialects) ہیں۔ ہندوستان میں آ کر بس جانے کے بعد مقامی اثرات کے باعث ان بولیوں کا فرق نمایاں ہوا اور پھر وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتا چلا گیا یہاں تک کہ وہ خود علیحدہ علیحدہ زبانیں شمار ہونے لگیں. اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ زبان اور بولی میں کیا فرق ہے؟

تو زبان، بولی ہی کی ایک ترقی یافتہ صورت ہوتی ہے۔ جس کا اپنا الگ رسم الخط اور ادب ہوتا ہے اس کے بولنے والوں کی تعداد بھی زیادہ ہوتی ہے جب کہ ''بولی'' صرف بول چال کی حد تک مستعمل رہتی ہے البتہ اس میں زبان ہی کی طرح ذخیرۂ الفاظ، قواعد اور تلفظ شامل ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر گیان چند جین بولی کی تعریف میں لکھتے ہیں:

''ڈائیلیکٹ (dialect) یا تحتی بولی کی تعریف یہی بیان کی گئی ہے کہ یہ کسی زبان کی وہ شاخ ہے جس کے بولنے والوں کو آپس میں کسی لسانی اختلاف کا احساس نہیں ہوتا۔ یوں بھی ہر زبان ڈائیلیکٹوں کا ہی مجموعہ ہوتی ہے اور لسانیاتی طور پر زبان اور ڈائیلیکٹ میں کوئی امتیاز نہیں برتا جاتا'' ۲۵

زبان اور بولی ایک ایسا اہم رکارڈ ہوتی ہے۔ جس سے کسی بھی قوم اور خاندان کے رہنے سہنے کے طور طریقوں اور سماجی و تہذیبی قدروں کا پتا چلتا ہے۔ جب جب کسی خاندان کے حالات میں فرق آتا ہے تب تب اس کا اثر ان کی بولی پر پڑتا ہے کبھی تو وہ خود ترقی کر کے ایک معیاری زبان کا روپ لے لیتی ہے اور پھر اس سے کتنی ہی مزید علاقائی بولیاں جنم لیتی ہیں اس کا بھی ارتقا جاری رہتا ہے اور اکثر کچھ ڈائیلیکٹ ترقی پا کر معیاری زبان بن جاتے ہیں۔ ۲۶

اس طرح ہر ڈائیلیکٹ کی مزید علاقائی شکلیں یا تحتی روپ ہوتے ہیں جنھیں ذیلی بولی یا سب ڈائیلیکٹ کہتے ہیں یعنی زبانیں اور بولیاں ارتقا کے مراحل طے کرتی رہتی ہیں اور نسلی اعتبار سے زبانوں کے باہمی رشتے کا تعین بہت مشکل ہے تاریخی اعتبار سے ہماری زبانوں کی

اصل اور قدیم ماخذ کی تحقیق میں علمائے لسانیات کے مختلف اور متضاد نظریات ہیں۔ زمان ومکان کی تبدیلی کے ساتھ کچھ بولیاں ختم بھی رہی اور ایسی کتنی ہی بولیاں ہیں جن پر ابھی تک تحقیقی کام نہیں ہوا ہے اور یہ مٹتی جا رہی ہیں قائم خانی بولی بھی ان ہی بولیوں میں سے ایک ہے۔ جس کا چراغ آنے والے سالوں میں بجھنے کا امکان ہے کیوں کہ تعلیمی ترقی کی بدولت اب یہ صرف دیہی علاقوں تک محصور ہو کر رہ گئی ہے۔

موجودہ دور میں قائم خانی بزرگ (خصوصاً خواتین) کی بولی جانے والی قائم خانی ہی اب ہمارا ''اصل' ہے جب کہ آج کے بچوں کی قائم خانی بولی کا ایسا ''ارتقا''، ہے، جو اردو کے اثرات سے اسے ایک نیا روپ دے رہے ہیں۔

جہاں تک قائم خانی بولی کی اصل کا تعلق ہے تو راجستھان آزادی سے قبل مختلف ریاستوں میں منقسم تھا۔ ان ریاستوں کے علاوہ مزید چند چھوٹی ریاستوں اور راجپوتوں کے ٹھکانے بھی تھے جو لسانی نقطۂ نظر سے بہت اہمیت کے حامل ہیں کیوں کہ یہ چند بڑی زبان کی علاقائی تحتی بولیوں (Regionl Dialect) کے علاقے ہیں۔ ان بولیوں میں سے چند اہم بولیاں جن سے قائم خانی بولی کا لسانی تعلق ظاہر ہوتا ہے۔ وہ: مارواڑی، میواڑی، باگڑی، ڈھونڈھاری، ہاڑوتی، میواتی، ڈھاٹکی اور مالوی ہیں۔

اس میں 'مالوی' (مالوہ کے علاقے) پر بھی راجستھانی کے اثرات کا معلوم ہوتا ہے۔ پنڈت برج موہن دتاتریہ بھی بتاتے ہیں کہ مغربی ہندی اور راجستھانی رشتے کے لحاظ سے سگی بہنیں ہیں اور ان کا تعلق اس قدیم پراکرت سے ہے جو بہار سے سندھ تک اور پنجاب سے مالوہ تک پھیلی ہوئی ہے۔ ۲۷ جب کہ ڈاکٹر فیروز احمد نے بھی ''راجستھانی اور اردو' میں ان بولیوں کی علاقائی تقسیم بیان کی ہے۔ ۲۸ وہ رقم طراز ہیں کہ:

> ''راجستھان ایک وسیع وعریض خطہ ہے جو مختلف ریاستوں میں بٹا ہوا تھا ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ کسی ایک ریاست میں کوئی ایک مخصوص بولی ہوگی یقیناً ان بولیوں کی مزید شکلیں یا علاقائی تحتی بولیاں اور ان کی بھی ذیلی بولیاں ہوں گی مگر مجموعی طور پر یہ راجستھانی بولیاں ہی کہلاتی ہیں ان بولیوں میں مارواڑی سب سے اہم اور قدیم ہے مارواڑی کا ایک دوسرا نام مروبھاشا رماروگرجر بھی ہے۔'' ۲۹

۱۹۶۱ء کی مردم شماری رپورٹ کے مطابق راجستھان میں تہتر (۷۳) چھوٹی موٹی بولیاں ہیں ۳۰ راجستھانی کا شمار جدید آریائی زبانوں میں ہوتا ہے مغربی اور مشرقی راجستھان کی مخصوص اور توانا راجستھانی بولیاں درج ذیل ہیں۔ ۳۱

مغربی راجستھان :

	بولی کا نام	علاقے
۱۔	مارواڑی (مروبھاشا)	جودھپور، جیسلمیر، بیکانیر، ناگور، سروہی، شیخاواٹی ۳۲
۲۔	میواڑی	میواڑ، اودے پور، بھیلواڑہ اور ارد گرد کے چند علاقے
۳۔	مالوی	کوٹہ، بھالاواڑ، چتوڑگڑھ، مالوہ میواڑ کے درمیانی حصے میں بھی بولی جاتی ہے

۴۔ باگڑی/واگڑی ڈونگر پور، بانسواڑہ (بھیلوں کی بولی) اودے پور کے علاقے (یہ گجرات سے ملحق ہیں)

مشرقی راجستھان:

۱۔ ڈھونڈھاری جے پور، کشن گڑھ، ٹونک، لاوا

۲۔ میواتی، الواری الور، بھرت پور، دھولپور، قرولی (یہ دہلی کے جنوبی گاؤں گڑگانواں میں بھی بولی جاتی ہے۔۳۳

۳۔ آہیرواٹی بہروڈ، کوٹ پتلی وغیرہ ۔

۴۔ کھیراڑی شاہ پور، (بھیلواڑہ) اور بوندی کے کچھ علاقے۔۳۴

۵۔ ہاڑوتی کوٹہ، بوندی، باراں، شاہ پورہ میواڑ کے مشرقی حصے کی بولی ہے۔

۶۔ برج بھاشا لسانی اعتبار سے یہ راجستھانی سے مختلف ہے مگر اس کے گہرے اثرات الور کے مشرقی بھرتپور، دھولپور اور قرولی کیا طراف میں نظر آتے ہیں۔۳۵

مذکورہ بولیوں کے بھی سب ڈائیلیکٹ (تحتی بولیاں) ہیں جیسے کے میواتی بولی کی ذیلی بولی خانزادہ بولی بھی ہے۔۳۶

قائم خانی برادری جب مارواڑ اوا اور فتح پور میں تھی تب قائم خان کے بھائیوں کی اولادیں ناگور اور ڈیوڈوانہ سے لے کر ہریانہ کی سرحد میں ڈھوسی تک آبادیاں تھیں۔ ان میں مارواڑ کے قریب ہونے کی وجہ سے لوگ مارواڑی سے ملتی جلتی بولی بولتے تھے اور کیڈھ سے ڈھوسی تک مشرق کا علاقہ جو ہریانہ سے ملتا ہے وہاں کی بولی پر شیخاواٹی اور ہریانہ کی بولی کا میل جول ہے۔۳۷ اس کے بعد حصار کا علاقہ جب اُنھیں ملا تو ہریانوی کا لہجہ بھی شامل ہوا مگر یہ بولی مارواڑی کا ڈائیلیکٹ ہونے کی وجہ سے اس ہی سے متاثر ہے آگے جا کر یعنی قیام پاکستان کے بعد یہ بولی قائم خانیوں کے نام سے منسوب ہوکر ''قائم خانی بولی'' کہلائی۔

مارواڑی جسے مروبھاشا بھی کہتے ہیں راجستھان کی قدیم زبان ہے اسی قدیم زبان کی تاویل ''ڈنگل'' سے کی گئی ہے۔ راجستھان میں تخلیق کی زبان صرف دو ہیں عام طور پر انھیں ''ڈنگل'' اور ''پنگل'' کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ ان میں ڈنگل قدیم ہے یہی ڈنگل مغربی راجستھان میں مارواڑی کہلاتی ہے۔ ڈاکٹر مینار یا رقم طراز ہیں:

> ''ڈنگل اپنے ابتدائی دور میں ہی نہیں بلکہ صدیوں تک عموماً چارن بھاٹوں کی زبان تھی جو اپنے سرپرستوں (جو راجہ یا جاگیردار ہوتے تھے) کی تعریف میں ڈینگ ہانکا کرتے تھے اسی لیے ان کی شاعری بھی ڈینگل (یعنی ڈینگ سے بھری ہوئی) کہلائی۔'' ۳۸

بعدازاں یہ ڈینگل لفظ ''ڈنگل'' میں تبدیل ہوگیا۔ ''ڈنگل'' کی نسبت ''پنگل'' اپنے صوتی آہنگ میں عوام الناس میں مقبول ہوئی بہرحال یہ دو الگ الگ بولیاں ہیں۔ ڈاکٹر ہیرالال مہیشوری کے مطابق پنگل کا ارتقاء شورسینی اپ بھرنش اور ڈنگل کا گرجری اپ بھرنش سے ہوا۔۳۹ آگے مزید لکھتے ہیں: ڈنگل کی لسانی خصوصیات میں ''اَی، اَے، اَو اور اَو'' کی مثالیں ملتی ہیں جب کہ مارواڑی کا

رجحان عام طور پر ''او، اِی، اُوٗ'' کی جگہ پر ''اَ'' (الف پر زبر) کا رہا ہے مزید یہ کہ مارواڑی میں صیغۂ حال کے لیے چھے، مستقبل کے لیے ''ہا'' یا ''چھو'' کا چلن زیادہ ہے یہی نہیں بلکہ اس زبان میں ''کے'' کے لیے زیادہ تر ''نے'' کا استعمال زیادہ ہوتا ہے۔[۴۰] شورسینی اپ بھرنش کے جس ناگر روپ سے راجستھانی زبان کا آغاز ہوا اُسے کبھی ڈنگل، کبھی مارواڑی اور کبھی مرو بھاشا کے نام سے موسوم کیا گیا اسی راجستھانی کا دوسرا روپ ''پنگل'' تھا جو برج سے متاثر ہو کر مدتوں تخلیقی زبان کے طور پر رائج رہا۔ ان دونوں بولیوں میں متعدد ''راسو''[۴۲] بھی لکھے گئے ''راسو'' ایک راجستھانی صنف ہے اس میں ''پرتھوی راج راسو'' مصنف ''چند بردائی''، ''سمیر راسو'' ''مصنف شنکر دھر''، ''قائم راسو'' مصنف ''نعمت جان خان کوی'' (متخلص جان قائم خانی) معروف ہیں۔ان ''راسو'' میں کسی خاص قوم کے اوصاف یا کسی جنگ یا کسی خاص شخصیت کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کیا جاتا ہے۔

''قائم خان راسو'' قائم خانی معاشرے اور تاریخ پر پہلی کتاب ہے۔ یہ جان کوی نعمت خان کا لکھا ہوا ایک تاریخی منظوم مکالمہ ہے۔نعمت خان ریاست فتح پور (شیخاواٹی) کے ساتویں نواب الف خان قائم خانی کے دوسرے فرزند تھے۔نعمت جان کوی اپنے والد اور بھائیوں کے متعلق ایک دوہا لکھتے ہیں۔

بڈو دولت خانو ہے دوجو نعمت خاں جاں
خاں سریف، ظریف خاں پونی فقیر خاں

ترجمہ: نواب الف خان کے پانچ بیٹے ہوئے۔ان میں بڑا دولت خان تھا دوسرا نعمت خان، پھر شریف خان، ظریف خان اور سب سے چھوٹا فقیر خان

ایک اور دوہے میں والد کی تاج پوشی کا بتاتے ہیں:

جب بھئی بس کال کے تاج خانو سرمور
الف خانو دیوان تب بیٹھے ان کی ٹھور [۴۳]

ترجمہ: جب نواب تاج خان کا انتقال ہوا تو الف خان ان کی جگہ گدی پر بیٹھے۔

نعمت خان جان کوی کا تصنیفی عہد ۱۶۱۳ء تا ۱۶۴۴ء تسلیم کیا گیا ہے۔[۴۴] تاہم اس مسودے کی پہلی اشاعت تقریباً ۳۰۷ سال کے بعد ۱۹۵۳ء میں پہلی مرتبہ ہوئی۔[۴۵] جان کوی کے ۷۵ مسودے مختلف موضوعات پر دستیاب ہوئے جس میں بیش تر شائع ہو چکے ہیں جان کوی نے اپنی تخلیقات میں ہندو دھرم کے گرنتھوں، شاشتروں اور کتھاؤں کے متعلق لکھا ہے اور اپنے چوہان راجپوت ہونے پر فخر کا اظہار کرتے ہیں۔ جان کوی کی تخلیقات میں مختلف زبانوں کا استعمال کیا گیا ہے چوں کہ فتح پور (شیخاواٹی) کی ریاست ہمیشہ دلی کے حکمرانوں کے زیرِ تسلط رہی اور دلی کی دفتری اور درباری زبان فارسی تھی جب کہ عوام الناس میں اردو کی مقبولیت تھی اس لیے فتح پور میں بھی فارسی کا اثر تھا۔

ڈاکٹر دشرتھ شرما ''جان کوی نعمت خان'' کی زبان و بیان اور اس کے شعری اسلوب کے متعلق لکھتے ہیں:

''جان کے یہاں چارن شعراء کی ڈنگل اور اس کے اثرات بہت کم ملتے ہیں اس کے برخلاف شورسینی اپ بھرنش نے جان کی زبان پر خاصا اثر ڈالا ہے'' ۴۶

نعمت خان جان کوی کی تخلیق ''قائم خان راسا'' میں فارسی، عربی، سنسکرت، قدیم اردو کے متروک الفاظ اور کہیں کہیں پنجابی کے لفظ بھی استعمال کئے گئے ہیں لیکن زیادہ تر الفاظ پرانی راجستھانی اور برج بھاشا کے ہیں جسے راجستھانی، گوجری، مارو گجر اور ڈنگل لکھا جاتا ہے۔

ڈاکٹر فیروز احمد نے ایسے کئی الفاظ دیئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

''نعمت خان جان کے عہد میں بعض وہ الفاظ بھی رائج معلوم ہوتے ہیں جو اردو میں اب متروکات کے ذیل میں آتے ہیں لیکن قدیم اردو میں ان کا بخوبی استعمال کیا گیا ہے۔ مثلاً: پلک بمعنی پلنگ، پلکا پر پگ نا دھروں ۴۷

جان کوی نے ہانسی کے ایک بزرگ شیخ محمد چشتی کو اپنا استاد بتایا ہے ان کا ایک دوہا ہے۔

شیخ محمد میرو پیر ہانسی ٹھام کنیں گھیر
شیخ محمد پیر مھارو نام جگت اجیارو ۴۸

''قائم خان راسا'' نعمت جان کوی کا منظوم رزمیہ مکالمہ ہی نہیں ان کے خاندان کی تاریخ، بولی اور فتح پور ریاست کے سیاسی تخلیقی اور ادبی شعور کی عمارت کا سنگ بنیاد ہے۔

(۲)

لسانی خصوصیت: قائم خانی بولی کا کوئی علیحدہ رسم الخط مقرر نہیں ہے اس لیے عربی حروف میں قائم خانی بولی کی مخصوص آوازوں کی ادائیگی مشکل ہے ہندوستان میں یہ دیوناگری رسم الخط میں لکھی جاتی ہے اور دیوناگری حروف تہجی عربی کی خاص آوازوں کو ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ عربی حروف سے قطع نظر اس کی نحوی ساخت (تمام تر)، صرفی تشکیلی خصوصیات کسی قدر اور نظام اصوات (بیشتر) میں اردو زبان کے ساتھ ہم آہنگی پائی جاتی ہے یہی نہیں ذخیرہ الفاظ کا ایک خاصہ حصہ مشترک ہے۔ مگر مارواڑی کے اثر سے قائم خانی بولی کی اپنی ایک الگ پہچان ہے اگرچہ اردو بولنے والے اہل زبان اس بولی کو گنواری کا درجہ دیتے ہیں۔ لیکن آج بھی یہ اپنا علیحدہ صوتی آہنگ رکھتی ہے جو اس بولی کو ایک خوب صورت روپ دیتا ہے۔

اردو زبان کے اثرات قبول کرنے سے پہلے قائم خانی بولی کی لسانی خصوصیات بھی راجستھانی خصوصاً مارواڑی کے اثرات لیے ہوئے تھی۔

۱۔ قائم خانی میں 'ل'،'ڑ' کی ایک مخصوص اور مخلوط آواز ہے جو تالو سے زبان لگا کر پیدا کی جاتی ہے جیسے 'ہلڑ' (ہل)

۲۔ اسی طرح 'ن'،'ڑ' کی آواز ہے جیسے 'کھانڑا' (کھانا)

یہ خصوصیت اردو زبان میں نہیں ہے البتہ راجستھانی بولی میواتی میں یہ یہی آواز 'ن'، 'ل' کا استعمال بہت سختی سے ہوتا ہے 'ن' ہندی کے انا سے بھی زیادہ سخت ہوتی ہے اسی طرح 'ل' کی آواز تامل زبان کے 'ٹ' کے مانند ہوتی ہے۔[۴۹] جب کہ ہریانوی میں یہی آوازیں بہت نرمی سے ادا کی جاتی ہیں۔

۳۔ قائم خانی بولی میں اردو کے مخلوط حروف جن کا دوسرا اور آخری 'ھ' ہوتا ہے سب کے سب قائم خانی بولی میں بطور ایک مکمل حرف مستعمل ہیں ان کے علاوہ کچھ اور حروف جن کے ساتھ 'ہ' کا استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً چھ، نھ، مھ، تھ وغیرہ

۴۔ قائم خان راسا میں عموماً 'ل' اور 'ڑ' کی جگہ 'ر' کا استعمال بھی ملتا ہے۔

بہت پیار سوں گرے لگایو

لرے الف خان ، پرت ہے گھما سان [۵۰]

۵۔ قائم خانی بولی میں 'ڑی' اور 'ڑا' کا استعمال کثرت سے ہوتا ہے جیسے بھائی سے بھائڑا، بائی سے بائڑی قائم خانی بولی کی صوتی حیثیت کا جائزہ لیں تو عربی کے متشابہ الصوت حروف ''ز، ذ س، ص، ت، ط، ح، ہ، ع وغیرہ کو ادا کرنا قائم خانی بولی میں ممکن نہیں یہ حروف اپنے ہم صوت حروف کے مقابلے میں آکر اختلاف معنی ہو جاتے ہیں اور یہ فرق کم و بیش تمام راجستھانی بولیوں میں ملے گا۔ اس حوالے سے ڈاکٹر گیان چند رقم طراز ہیں:

> ''ص، ث، ط، ظ'' وغیرہ عربی میں واضح آوازیں بھی ہیں اور صوتیے بھی، لیکن ہندو پاک میں جب یہ ایک ہی آواز کی تکرار سے زیادہ نہیں تو انھیں صوتیہ تو در کنار صوت کا مرتبہ بھی نہیں دیا جا سکتا۔ پھر ان کے لیے علاحدہ تحریری علامات برقرار رکھنا کیا معنی؟ زبان کی اصلی اور بنیادی شکل تقریر ہے نہ کہ تحریر، تحریر کا کام تقریر کو صحت کے ساتھ قلم بند کرنے کے سوا کچھ نہیں۔ علم (جھنڈا) کو اگر الم لکھا جائے تو اس سے زیادہ فرق نہ ہوگا جو بار بمعنی بوجھ اور بار بمعنی پھل میں ہوتا ہے۔''[۵۱]

عربی کے ان زیر بحث حروف کی آوازیں قائم خانی بولی میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں اس لیے عملاً ان کا استعمال نظر نہیں آتا اور بولنے میں ان کا تلفظ ایک جیسی آواز کا ہوتا ہے۔ ''ذ، ظ، ض، ز'' کا تلفظ ایک ہی ہوگا، اسی طرح ''ص، ث، س'' کی الگ الگ آواز نکالنا قائم خانی بولی میں ممکن نہیں پھر ''ط، ت'' کی بھی کوئی علاحدہ آواز نہیں ''ح'' اور ''ہ'' کا تلفظ ایک جیسا ہے اور ''ع، ء'' میں کوئی فرق نہیں۔

۶۔ اردو کے مشکل المخارج اور یک ساں آواز والے عربی و فارسی حروف ''ض، ظ، غ، ف، ق'' بھی قائم خانی بولی میں ہیں۔ قائم خانی افراد ایسے الفاظ کی آواز کو اپنے مخصوص لب و لہجے کے مطابق بدل لیتے ہیں۔ اس فرق کی وضاحت کے لیے درج ذیل مثالیں ملاحظہ کیجیے۔

ذرہ جرح 'ذ' کو 'ج' سے بدل دیا اور تشدید بھی استعمال نہیں ہوگی۔

زرہ　　جرا　　''ز'' کو ''ج'' سے بدل دیا

قبضہ　　کب جا　　'ق' کو 'ک' سے اور 'ض' کو 'ج' اور 'ہ' کو 'ا' سے بدل دیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ ایسے حروف جن کے اقلی جوڑے ۵۲ بنائے جائیں تو وہ اپنے ہم صوت حروف کی جگہ آ کر معنی کا اختلاف پیدا کرتے ہیں۔ مثلاً:

اردو زبان	**قائم خانی بولی**
اصراف (خرچ)	اسراف (فضول خرچی)
ازل (وہ زمانہ جس کی ابتدا معلوم نہ ہو)	اذل (ذلیل)
اثم (گناہ)	اسم (نام)
کثرت (زیادتی)	کسرت (ورزش)

مصوتے: قائم خانی بولی کے مصوتے اردو سے کئی جگہ مختلف ہیں مگر یہ فرق بہت زیادہ نہیں ہے بس قائم خانی خواتین کا تلفظ کئی مصوتوں کی آوازوں بدل دیتا ہے. جیسے:

۱۔　اعجاز (معجزہ) میں الف کے نیچے زیر کے بجائے زبر لگایا جاتا ہے ۔

۲۔　عود (خوشبودار لکڑی) کا پیش زبر سے بدل کر اود (نمی) ہو جائے گا

۳۔　آندھی (تیز طوفانی ہوا) آدھی کی صورت میں ادا ہوگا.

مصدر کے قاعدے: وہ کلمہ جس میں کسی کام یا حرکات کا بیان ہو اور اس میں زمانہ نہ پایا جائے یعنی اس کام اور حرکت کا کوئی وقت معین نہ ہو اس کو مصدر کہتے ہیں۔ ۵۳ مصدر سے اسم اور فعل دونوں مشتق ہوتے ہیں۔

مثلاً : کھانا سے کھاؤ اور کھاتا ہے۔

اسم مصدر کی علامت اردو میں: 'نا' مارواڑی میں 'بو'، 'نو' یا **ن**، **ڑ** کی مخلوط آواز 'نڑ' ہے۔ جیسے: مارواڑی کا مصدر ''کھابو'' قائم خانی بولی میں کھانڑاں ۵۴

قائم خانی میں: ن، ڑ کی مخلوط آواز 'نڑ' کا بطور مصدر ہوتا رہا مگر اردو کے اثرات کے بعد اب 'نا' ہی علامت مصدر ہے۔ اگر **نا**، **بو** اور **نو** کو ہٹایا جائے تو صرف مصدر یعنی امر رہ جاتا ہے۔ ذیل میں قائم خانی بولی اور اردو کے مشترک مصادر درج کیے جا رہے ہیں ان میں کوئی فرق نہیں سوائے اس کے کہ قائم خانی بولی میں حرف کی آخری آواز 'ن' اور 'ڑ' کی مخلوط آواز پیدا کرتی ہے. جو سندھی زبان کے '**ڻ**' سے کچھ ملتی جلتی ہے۔ یہاں صرف چند مثالیں درج کی جاتی ہیں۔

اردو	**قائم خانی بولی**	**اردو**	**قائم خانی بولی**

"الف"	اڑنا	اُڈنا			
	اٹکنا	اٹکنڑاں			
"ب"	بتانا	بتانڑا	"بھ"	بھڑکنا	بھڈکنا
	بجانا	بجانڑا		بھانڈنا	بھانڈیو
"پ"	پڑھنا	پڈھنا	"پھ"	پھڑکنا	پھڈکنا
	پوچھنا	پوچھنا		پھرنا	پھڑنا
"ت"	تاپنا	تاپنا	"تھ"	تھاپنا	تھاپنڑا
	تاڑنا	تاڑنا		تھکنا	تھکنا
"ٹ"	ٹالنا	ٹالنا	"ٹھ"	ٹھوکنا	ٹھوکنا
	ٹانکنا	ٹاکنا		ٹھوسنا	ٹھوسنا
"ج"	جانا	جانڑا	"جھ"	جھاڑنا	جھاڑنا
	جلنا	جلنڑا		جھپٹنا	جھپٹنا
"چ"	چلنا	چالنا	"چھ"	چھانٹنا	چھانٹنا
	چڑھنا	چڈھنا		چھیلنا	چھیلنڑا
"خ"	خریدنا	کھریدنا			
"د"	دابنا	دابنڑا	"دھ"	دھرنا	دھرنا
"ڈ"	ڈالنا	ڈالنا	"ڈھ"	ڈھلنا	ڈھلنڑا
	ڈرنا	ڈرنا		ڈھکنا	ڈھکنڑا
	ڈسنا	ڈسنڑا		ڈھونڈنا	ڈھونڈنا
"ر"	رٹنا	رٹنا	"س"	ساندنا(جوڑ ملانا)	ساندنا
	رچنا	رچنا		ستانا	ستانا
"ش"	شرمانا	سرمانا	"غ"	غرانا	گورانا
"ف"	فرمانا	پھرمانا	"ق"	قبولنا	کبولنا
"ک"	کاتنا	کاتنا	"کھ"	کھانا	کھانڑاں

"گ"	گانا	گانڑاں	"گھ"	گھالنا	گھالنا
"ل"	لکھنا	لکھنڑاں	"م"	مانجنا	مانجھنا
"ن"	ناپنا	ناپنا	"و"	وارنا	وارنا
"ہ"	ہنسنا	ھانسنڑا			

تذکیروتانیث: بعض زبانوں میں اسم مذکر (نر کی جنس) اورا سمِ مونث (مادہ کی جنس) دو کلمے الگ الگ معنی رکھنے والے ہوتے ہیں اور اسم کے ساتھ بطور سابقہ یالاحقہ استعمال ہوکر مذکر یا مونث کے معنی پیدا کرتے ہیں بعض زبانوں میں مذکر اور مونث کا فرق صرف اسم کی حالت واحد میں قائم رہتا ہے۔[۵۵]

بابائے اردو مولوی عبدالحق رقم طراز ہیں:

> ''سنسکرت میں جنس کی تینوں صورتیں ہیں یعنی مذکر اور مونث اور تیسری وہ صورت ہے جو نہ مذکر ہے نہ مونث، اسی طرح پراکرت میں بھی تینوں صورتیں پائی جاتی ہیں، لیکن جدید زبانوں میں جو زیادہ تر پراکرت سے پیدا ہوئی ہیں صرف گجراتی اور مرہٹی ایسی زبانیں ہیں جن میں جنس کی تین صورتیں ہیں۔[۵۶]

برصغیر پاک و ہند میں بولی جانے والی زبانوں میں بعض میں جنس کی دو اور بعض میں تین صورتیں پائی جاتی ہیں اس سلسلے میں ڈاکٹر شوکت سبزواری ''اردو زبان کا ارتقاء'' میں فرماتے ہیں: سنسکرت اور پراکرت میں جنس کی تین قسمیں تھیں (۱) مذکر (۲) مونث (۳) بے جنس۔[۵۷]

قائم خانی بولی میں بھی اردو اور راجستھانی کی طرح جنس کی دو ہی صورتیں ہیں۔ان کے علاوہ مذکر سے مونث بنانے کے تمام قاعدے بھی مشترک ہیں اور اگر کہیں کوئی جزوی اختلاف ہے بھی تو وہ صوتی تغیر کی وجہ سے ہے.

چناں چہ قائم خانی بولی میں بھی اردو قاعدے کی طرح مذکر کا آخری حرف اگر 'الف' ہوتا ہے. یا ہائے ہوز، تو تانیث بناتے وقت اس کو یائے معروف میں بدل دیتے ہیں اور اگر اسم مذکر کا آخری حرف پر ختم ہوتا ہے تو 'نی'، 'انی' بڑھا کر مونث بنالیا جاتا ہے اور اگر اسم مذکر کا آخری حرف 'ی' ہو تو اسے گرا کر 'ن' کا اضافہ کر لیتے ہیں۔ جیسے:

اردو	قائم خانی بولی	
واحد	مذکر	مونث
ماسٹر	ماسٹر[۵۸]	ماسٹرنی
بڑھی	کھاتی	کھاتن
بھاٹ	بھاٹ	بھاٹنی، بھٹنی

یہ بہت کم مثالیں پیش کی گئی ہیں اس لیے کہ اردو کی تمام تذکیروتانیث قائم خانی میں بھی اسی صورت میں ہیں اور وہ الفاظ جو مونث ہیں اوران کے مذکرنہیں ہوتے قائم خانی بولی اوراردو میں مشترک ہیں۔مثلاً: چھت،کھاٹ،آبرووغیرہ
وہ الفاظ جو دونوں میں مذکر ہیں اوران کی مونث نہیں ہوتی۔جیسے: پانی،موتی،سورج،چاندوغیرہ۔

مبتدااورخبر میں بھی قائم خانی بولی اردو سے قربت رکھتی ہے صورت واحد جمع مذکرومونث میں خبر کا اپنے مبتدا کے مطابق ہونا ضروری ہے۔البتہ کہیں کہیں قائم خانی بولی میں لفظ کا ابتدائی حرف اگر 'ی' ہے تو 'ا' سے بدل دیتے ہیں ایسے میں 'ا' کی آواز دوالف کے برابر نکلے گی۔جیسے:**یعنی**:لگا ئیاں کی باتاں کاگے اعتبار/اعتبارکونی (اردو،عورتوں کی بات کا کوئی اعتبارنہیں)''

فعل مثبت وفعل منفی امرونہی: فعل میں کسی فعل یا عمل کا صدور پایا جانا ایک لازمی شرط اورصدور سے مراد صرف کام کا کرنا یا ہونا ہی نہیں، نہ کرنا اور نہ ہونا بھی ہے فعل کی دوصورتیں امرونہی ہیں امر میں کسی کام یا التجا ہوتی ہے اورنفی میں نہ کرنے کا حکم یا التجا۔قائم خانی بولی میں اردو ہی کی طرح مصدر سے علامتِ مصدر گرا کر فعل امر بنا لیا جاتا ہے .اورفعل نہی کے لیے فعل امر سے پہلے حرف نفی 'نہ' لگایا جاتا ہے۔۵۹

مثلاً:اردو میں: آ، جا،نکل،کھا،کر، دھو،رو،لکھ، میں نہی کے لیے امر کے بعد 'نہیں' کا اضافہ کردیا جاتا ہے اورجمع میں **'و'** یا **'وئیں'** کا جب کہ قائم خانی بولی میں امر کے لیے تو اسی طرح آ، جا،نکل،کھا ،کردھو،رو،لکھ ، ہے۔مثلاً: آنا سے آ،جانا سے جا،چلنا سے چل،پینا سے پی اورنہی کے لیے، نہ آ،نہ جا وغیرہ ۔جمع میں مثال کے طور پر:

اُردو: آئیں،جائیں،دیکھیں

قائم خانی: آواں،جاواں،دیکھاں

اعلام واسماءاو صفات: قائم خانی بولی میں بھی اردو کی طرح اسماء وصفات کے لیے''الف'' کا استعمال ہوتا ہے۔جب کہ پہلے مارواڑی کے اثر سے''واؤ''،مستعمل تھا۔جیسے:

قائم خانی	**اردو**	
چھورو/چھوری کیجاں/رکت	جاریا اے/جاری اے	(واحد)
چھوریاں/چھورے کیجاں/رکت	جاری او/جارے او	(جمع)

قائم خانی بولی میں بھی اردو ہی کی طرح فاعل اورفعل کے صیغوں میں واحد جمع اورتذکروتانیث کے لحاظ سے ردوبدل ہوتا رہتا ہے چنانچہ اگرفاعل واحد ہے تو صیغۂ فعل بھی واحد ہوگا،صیغہ اگر جمع ہے تو وہ بھی جمع ہوگا۔لفظی طور پر دیکھیں تو قائم خانی بولی میں اسماءوصفات پر'مارواڑی' کا اثر رہا مگر قواعد کے اعتبار سے یہ اردو سے متاثر ہے۔

قائم خانی میں اسماءوصفات،تذکیروتانیث اورجمع واحد کے صیغوں میں تبدیلی اپنے موصوف کے مطابق ہوتی ہے جیسے اردو میں ہوتی ہے جب کہ مارواڑی میں یہ ترتیب قائم رہتی ہے اور ہر دوالفاظ ایک ہی انداز پر بدلتے رہتے ہیں۔ **جیسے:**

قائم خانی بولی	اردو
دھولا کپڑا امیلا اُور یا اے	سفید کپڑا امیلا ہو رہا ہے
دھولے کپڑے مَیلے اُورےایں	سفید کپڑے میلے ہو رہے ہیں

ضمائر اور ان کی تذکیر و تانیث، اسم ضمیر: وہ کلمات جو اسم کے بجائے استعمال کیے جائیں ضمیر کہلاتے ہیں۔ قائم خانی بولی میں بھی اردو ہی کی طرح قائم ضمائر خواہ فاعلی حالت میں ہوں یا مفعولی یا اضافی حالت میں محل استعمال ایک جیسا ہے۔

	اردو (متکلم ضمائر)	قائم خانی بولی			
	میں	مھیں/مھاں	واحد	فاعلی حالت	
	ہم	اَپاں/مھاں	جمع		
	مجھے	منّے	واحد	مفعولی حالت	
	ہمیں	مھانے	جمع		
	میرا	میرا	واحد	اضافی حالت	
	ہمارا	مھاروا	جمع		
	مجھ میں	میرو میں	واحد	ظرفی حالت	
	ہم میں	مھارے مھیں	جمع		
	مجھ سے	میرو سوں	واحد	طوری حالت	
	ہم سے	مھارےسوں	جمع		
"ضمائر مخاطب یا حاضر"	تو	تھس/توں	واحد	فاعلی حالت	
	تم	تھام/تھم	جمع		
	تجھے	تھم نے/تنے	واحد	معفولی حالت	
	تمھیں	تھاں نے/تھمنے	جمع		
	تیرا	تھارا	واحد	اضافی حالت	
	تمھارا	تھاروا	جمع		
"ضمائر غائب"	وہ	وار/بو	واحد	فاعلی حالت	''ضمائر غائب''
	وہ سب	وے ٦٠ے	جمع		
	اس کو	ایں نے/اُوں نے	واحد	مفعولی حالت	

انھیں	اُنا نے	جمع	
اس کا	اُووکا/ایں کا	واحد	اضافی حالت
اُن کا	اُونا کا	جمع	

ضمیر موصولہ: ضمیر کی ایک قسم ضمیر موصولہ ہے یہ بھی ضمیر شخصی کی طرح کسی اسم کے بجائے آتی ہے مگر اس کے ساتھ ہمیشہ ایک جملہ ہوتا ہے جس میں اس اسم کا بیان یا توضیح ہوتی ہے۔۶۱ ضمیر موصول اور اس کے جواب میں آنے والا لفظ اردو اور قائم خانی بولی میں ایک ہے .اردو میں ''جو'' کی غیر فاعلی حالت ''جس'' اور ''جن'' ہے .قائم خانی میں بھی ایسے ہی ہے۔مثلا:

اُردو	قائم خانی بولی		
جو/جس نے	جیں/جیں نے	واحد	حالت فاعلی
جو/جنھوں نے	جیں/جنھاں نے	جمع	
جس کو/جسے	جینھیں/جین نے	واحد	حالت مفعولی
جن کو	جیں کو	جمع	
جس (کا،کی)	جیں (کا،کی) ۶۲	واحد	حالت اضافی
جن (کا،کی)	جنھاں (کا،کی)	جمع	

ضمائر تنکیر: ضمائر تنکیر اردو میں دو ہیں: ''کوئی'' اور ''کچھ'' قائم خانی میں بھی معمولی صوتی تغیر کے سوا کوئی فرق نہیں ہے۔ان میں سے ''کوئی'' اشخاص کے لیے اور ''کچھ'' اشیاء کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

مثلاً: یہاں کچھ گڑ بڑ ہے (اردو)

اُرے کیمی گڑ بڑا ے (قائم خانی)

ضمیر استفہام یا اسم استفہام: اسم یا ضمیر استفہام وہ کلمات ہیں جو پوچھنے،سوال کرنے یا استفہام کے لیے بولے جاتے ہیں۔اردو میں استفہام کی ضمیریں یہ ہیں .کون،کیا،اور کون سا ہیں .جن میں کون جاندار کے لیے ''کیا''، بے جان کے لیے ''کون سا'' اشیا اور اشخاص دونوں کے ساتھ آتا ہے۔۶۳ قائم خانی بولی میں اردو ہی کی طرح ضمائر استفہام 'ک' سے شروع ہوتے ہیں۔ ہندوستان کی اکثر زبانوں میں استفہامیہ ضمیروں میں ''ک'' قدر مشترک ہے .اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا اصل جز ''ک'' ہی ہے۔

اردو	قائم خانی بولی	ضمائر استفہام	
کون،کس نے	کونڑ، کنڑ	واحد	فاعلی حالت
کون،کس نے	کنڑ	جمع	
کس کو،کیسے	کئیں نے	واحد	مفعولی حالت

کن کو، کنھیں	کِنھانے	جمع	
کس (کا،کی)	کئیں (کو،کی)	واحد	اضافی حالت
کن (کا،کی)	کئیں (کو،کی)	جمع	

قائم خانی میں 'کدٗ (کب)، 'کتٗ (کہاں)، 'کدیٗ (کبھی) کیئاں، کیئسو (کیسا) کے لیےاستعمال ہوتا ہے۔

حرفی خصوصیات: حروف سے مراد ایسے کلمات ہیں جو کلام مسلسل میں دوسرے بامعنی کلمات کے ملنے اور ساتھ آنے پر منحصر ہے۔اس کی متعدد اقسام ہیں جیسے:

حروفِ ربط: ایسے حروف ہیں۔جو ایک کلمے کا کسی دوسرے کلمے سے تعلق ظاہر کرتے ہیں۔مثلاً:

حامد کا گھر،کا،کی،کے حروفِ اضافت ہوا۔راجستھانی اور ماڑواڑی میں''را'' ،''ری''،''رے'' بھی مستعمل ہے۔

قائم خانی بولی میں بھی یہ سب حروف ہیں۔جیسے:

''حامد کا گھر'' کہیں کہیں ''کو'' کا استعمال بھی ہوتا ہے''حامد کو گھر''۔

حروفِ جار: وہ حروف جو اسم کو فعل سے ملاتے ہیں۔حرف جار قائم خانی بولی اور اردو میں اسمِ مجرور کے پیچھے آتے ہیں.مثلاً:

اردو	قائم خانی بولی	اردو	قائم خانی بولی
تک	تلک	پُر/لیکن	پے
کو	کوں/نے	میں	مھیں/ماں
جب	جد	سے	سوں/سیں

حروفِ عطف: حروف یا الفاظ میں جو دو یا دو سے زیادہ کلموں یا جملوں کو ملاتے ہیں۔انھیں حروف عطف کہا جاتا ہے۔مثالیں دیکھیے:

اردو	قائم خانی بولی	اردو	قائم خانی بولی
اور	اُر/اور	پھر	فیر
کر	کر	کے	کے

باقی حروف کا استعمال قائم خانی بولی میں اردو ہی کی طرح ہیں ان کی الگ سے ایسی کوئی مثال نہیں ملتی۔

نحوی خصوصیات: الفاظ جوڑ کر فقرے یا جملے بنانے کے لیے ہر زبان کا ایک دستور ہوتا ہے اصطلاح میں اسے نحو کہتے ہیں[۶۴] قائم خانی بولی کی مادری بناوٹ اور نحوی ترکیب اس میں افعال کے صیغہ جات کی مماثلت اور ان کا محلِ استعمال مبتدا و خبر وغیرہ کے قواعد اردو ہی کی طرح ہیں (جس کی تفصیل مقالے میں آگے دی گئی ہے) یہاں نحوی خصوصیات کے لیے قائم خانی بولی میں ایک پیراگراف درج ذیل ہے۔

قائم خانی: ایک جالم ھالڑی آپ کا کھنڈیاں ماں جال ڈال کر کمیڑی نے پکڑ لیئا۔سکارکھا تر پھانس لیئا، مارنا تائیں کونی پکڑو۔کمیڑی آپ کا ٹابراں تائیں داناں لین جاری تھی،اَر اِب تڑے سوں کھنڈیاں ماں پنجراماں بندھ ری تھی۔جد سام نے گائیاں کو گوالیا آپ کا گھراں

جاروتھاتوبی کمیڑی روتاروتابی نے ھیلو ریو۔

اردو: ایک ظالم کسان نے کھیت میں جال لگا کر فاختہ کو پکڑ لیا۔ شکار کے لیے قید کر لیا۔ مارنے کے لیے نہیں پکڑا تھا۔ فاختہ اپنے بچوں کے لیے خوراک لے جانے آئی تھی اور اب صبح سے کھیتوں میں پنجرے میں بندھی تھی جب شام کو گائیوں کا گولا اپنے گھر واپس جا رہا تھا تو فاختہ نے روتے ہوئے اس کو آواز دی۔

ذخیرۂ الفاظ: کئی کئی آوازیں ملنے سے ایک لفظ بنتا ہے اور لفظ ہی زبان ہے۔ کیوں کہ معنویت جو زبان کی جان اور پہچان ہے لفظ سے شروع اور لفظ پر ہی ختم ہوتی ہے۔ یعنی زبان نہ لفظ سے زیادہ ہے نہ کم جب کہ زبان کے الفاظ جس کتاب میں اکھٹے کیے جاتے ہیں اسے اردو میں لغت کہتے ہیں۔ دنیا کی کسی زبان کا آج تک کوئی مکمل لغت تیار نہیں ہو سکا ہے۔ اس کی پہلی وجہ تو یہ ہے ک پورے لسانی سرمائے کا جمع کرنا کسی ایک یا دو یا چار انسانوں کے بس کی بات نہیں ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ زبانوں میں مسلسل نئے نئے الفاظ کا اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ کچھ دوسری زبانوں سے مستعار لیے جاتے ہیں کچھ اپنے الفاظ میں ردوبدل ہو جاتا ہے۔

مرزا قلیچ بیگ لفظ کی تعریف میں رقم طراز ہیں:

> بولی لفظوں سے جڑی ہوتی ہے اور لفظ پورا خیال پیدا کرتا ہے یعنی وہ مطلب ان لفظوں کے دستوری یا رواجی معنی یعنی اصطلاح پر منحصر ہے اور جملے کے بولنے میں جو الفاظ کام آتے ہیں ان کا آپس میں کیا تعلق ہے۔ یا ان کا ایک دوسرے سے کیا نسبت ہے اس سے کیا مطلب نکلتا ہے؟ سو یہ گرامر سے معلوم ہوتا ہے۔'' ۶۵

جب کہ ڈاکٹر الانا لفظ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

> ''لفظ پورا خیال ظاہر کرتا ہے اور وہ خیال اور مفہوم سے معلوم ہوتا ہے یا لفظ کی دستوری یا رواجی معنی ہوتی ہے اور وہ لفظ جس جملے میں کام آتا ہے اس سے نکلے معنی کو گرامروالی معنی کہتے ہیں۔'' ۶۶

اسی طرح قائم خانی بولی کے کچھ مخصوص الفاظ ہیں جو اب بھی مستعمل ہیں ان میں زیادہ تر الفاظ ہمیں راجستھانی بولی اور قدیم اردو میں ملتے ہیں، البتہ قائم خانی برادری کے افراد ان کو اپنے مخصوص لب و لہجہ کے مطابق بدل دیتے ہیں اور اس لہجہ Accent کو لکھنا بھی مشکل ہے اس کی ادائیگی سے ہی اصل لہجے کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

ذخیرۂ الفاظ، قائم خانی بولی کے مخصوص لہجے

(الف)

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
اَوجھ	پیٹ	اَدھ باوَلہ	نیم پاگل
اَوجُوں	دوبارہ	اُوکھلی مُوصل	ہاون دستہ
اُونڈی	گہرا	اِت	یہاں

اَوکھو	مشکل، عجیب	اَیڑی	ایڑھی
اَوچھا	چھوٹا	اِیکسُو	برابری
اُورا	یہاں	اُباسی	جماہی
اُجاں	یہاں	اَٹھا	یہاں
اُڈِیک	انتظار	اُولما	طعنہ
اَوڈَک سی	چھوٹی سی، اتنی سی	اِبار	ابھی
اِچھا	خواہش	اُتاوَلہ	بے چین
اَوڈ	اتنا	اوڈھنی	دوپٹہ
اَٹھے	یہاں	اِتہ	اِدھر
اینہ	اس کو	اُکالنا	اُبالنا
اَوپرا	نرالہ، انوکھا	اَبکے	اس بار، اس مرتبہ
اُتاول	جلد بازی۔ عجلت	اَٹھے	یہاں۔ اس جگہ (پنجابی اِتھے)
بٹھے	وہاں، اُس جگہ (پنجابی اُتھے)	اُٹھی نے	اس طرف، ادھر
بٹھنے	اُس طرف، اُدھر	اَوڈَک	اتنی سی
اُوندری	چوہی (چوہے کی مونث)	اجایو	بے کار، ضائع (سندھی میں بھی مستعمل ہے)
اُرلا	اُس طرف کا	اُرے	قریب، پاس، پرے کی ضد
آ گو رآ گا	سامنے کا، اگلا	اَونڈو	گہرا۔ عمیق۔ اتھاہ
اُڈنا	اڑنا	اَوبالاں	جوش حرارت

(آ)

آمرِی	آم (کچا)	آنبرا	آسمان
آ	یہ	آلا	گیلا
آلہ	طاق	آڈا بولنا	طنزیہ بولنا

(ب، بھ)

بَا	وہ	بَٹکا	دانت سے کاٹنا
بَڈلتو	بڑے والا	بھیجا	دماغ، مغز
بَا کھ فاٹے	پو پھٹتے ہی	بِیر	بھائی
بِیرنی	بہن	بِین نی	بہو، دُلہن
بانھ	ہاتھ	بَیُر	دشمنی
بھاٹا	پتھر	بَیرہ	معلوم، پتہ ہونا
بِیران	پریشان	بالنا	جلانا
بِل باؤنی	راجستھانی زہریلی بلا	بانس	بُو
باس	چھوٹا سا گاؤں، محلّہ	بھانڈے	برتن
بنڑا	دولہا	بنڑی	دُلہن
بِی صورتا	بدصورت	بَٹھے	وہاں
بٹھَا	وہاں	بَت	وہاں
بیجاں	وہاں	بَاوڑکی	مُڑکر
بےسوادہ	بےمزہ	بوَلو، بوڑو	بہرہ
بِنّہ	اَدھر	بِینہ	اُس کو
بَاچھڑیا	بچھڑا	بڈیا۔ بڈھیا	اچھا، بہترین
برِج دیا	منع کر دیا	بھاج	بھاگ
بھاگ	قسمت	بوَ کلے مارنا	چیخ کر رونا
بھیلَا	جمع	بِچار	خیال
بِسرَانا	رد کرنا، برائی کرنا	بوَلہ	بہت
بِچلا	درمیانہ	بھاوَ	ٹائفائیڈ
بوَدری	خسرہ	بھنورا یا بھنوری	خاندان کے بڑے بیٹے کی پہلی اولاد
بوَلی تڑ یڑ	ٹیڑھی میڑھی دیوار	باچھڑیو	گائے کا بچہ، بچھڑا
بھایا	بھائی	باپڑا / باپڑو	بے چارہ، بغیر باپ کا (مونث) باپڑی

بآرِی	کھڑکی	بالک ربَال	بچہ، بالک
َباوڑی	سیڑھیوں وال کنواں، باوَلی	پلِھتین	ایندھن
بووَاری	جھاڑو	بھاؤ	پتھر، روڑا
بھار	وزن	بھاَنڈنار بھانڈیو	بکنا، گالی دینا
بُوا	باپ کی بہن۔ پھوپھی	باَن	تیر
بَل	زور	باَندر	بندر
َبانتھیِ گھالنا	بانہیں ڈال کر گلے لگنا	بِلگ کے	مل کر
بوَرا (سندھی میں بھی مستعمل ہے)	بہرا	بِی	بھی
بیرَ	لڑائی	تھورو	تھوڑا
بیرَی	دشمن	بُد	عقل
بَدھنا	بڑھنا	باَس	بُو (خوشبو)
بنڑَا ربنڑی	دلہا، دلہن	َبھوَرجی	دولہا جی رمحبوب

(پ، پھ)

پگہ بھاَنا	ننگے پاؤں	پرُکھاں۔ پرُکھ	بزرگوں
پسرنا	پھیل کر بیٹھنا	َپدھارنا	تشریف لانا
َپانسلی	پسلی	پنچ	پنچایتی
پوُنچھ	دم	پگ	پاؤں
پوُن	ٹھنڈی	پوُنچھڑی کا	آخرکا
پھوگاَلیو	راجستھانی پھول جس کے بیج کا رائتہ بنتا ہے	پھیرَ	دوبارہ
پاَچھا	دوبارہ، مڑکر	پیڑَی	زینہ
پچھہ	بعد میں	پوُٹھا	گوبر
پاَکیِ	پکی	پوُت	اولاد

پُور	کپڑے ر پرانے کپڑے	پاسا	طرف داری
پاَ گوَ	پایہ چارپائی یا کرسی کا	پتّا	ورق، کاغذ، درخت کا پتا
پِچھاَڑی	پیچھے۔عقب میں	پچھیتی	بعد میں پیدا ہونے والی لڑکی
پگ	پاؤں، قدم	پھڈ ا	لڑائی، جھگڑا
پھوَڑا	تکلیف، پھنسی	پھیرَا	چکر لگانا
پیلیا	یرقان، بیماری	پرِیوار	خاندان
پھوُنکڑی	آگ دہکانے کے لیے گول آلہ	پاَنکھ	پر ر پنکھ
پھِر مڑے	شادی کے بعد داماد کا پہلی بار سسرال آنا۔	پَل پل	لحظہ بہ لحظہ
پھاَٹ	پھٹ، بک	پدمٹی	خوب صورت
پرَے	دور	پھاَنس	خلش (کانٹا)

(ت،تھ)

تاَوَ	تپش	تولہَ چونٹی	بے چینی، مرچیں لگنا
تھاَور	ہفتہ	تلہ	نیچے
تین پانچ	بحث	تَسلیِو	چھوٹا تھال
تیں	پیاس	تھےَ	آپ
تھاَرَا	تمھارا	تھاَرو	آپ کا
تنّاں	تجھے	تھاَناں	تم کو
تاپ	بخار	تاَتاَ رتاتو	گرم
تھِپڑی	اُوپلے (گائے کے گوبر کے)	تڑکے	کل۔صبح سویرے
تھڑَا	تھلہ، چبوترہ	تَد	تب
تاوَڑی	دھوپ		

(ٹ،ٹھ)

ٹھٹھہَ	مذاق	ٹینگر	بچے

نیَھٹَھ	آخر تک	ٹیکر	برتن
ٹِبہ	ٹیلا	ٹابَر	چھوٹا بچہ
ٹانگاٹولی	ڈانڈا ڈولی	ٹانگڑِی	ٹانگ۔ پاؤں
ٹبو۔ٹبو	اونچی جگہ۔ٹیلا	ٹھُسَا	نخرہ،اکڑ
ٹُھونٹھ	ان پڑھ۔جاہل	ٹِیکرِی	ٹیلہ، چھوٹی پہاڑی
ٹھاڈو	تگڑا		

(ج۔جھ)

جاَس	ٹوہ	جڑَ دے	بندکردے
جِیب	زبان	جیرہ باجی	فضول بحث
جَلمنَا	پیدا ہونا	جابڑی	جبڑا
جاڈو	سردی	جِھریاَ	چھلنی
جَٹھاں	جہاں	جاپاَ	زچگی
جاڈا	سردی،ٹھنڈک	جایاَ	بیٹا،فرزن
جےَ وَڑِی	رسی کاٹکڑا، ڈوری	جَد	جب

(چ۔چھ)

چاسنَا	جلانا، روشن کرنا	چوُرمَو	ملیدہ
چِیٹِیو	سہارے کی لکڑی	چوُسَو	چوہا
چوکھَو	اچھا	چوُنترَی	چبوترہ
چاَوَکرنا	باتیں بنانا (کسی پہ ہنسنا)	چاَنچگہ	اچانک
چاکرَی	خدمت،نوکری	چِساَدے	جلادے
چوُماسا	ملیدہ۔چوری ہوئی چیز	چوماسا	بارش
چھاَنڑا	چھجہ، مچان	چھاَچھ	لسی
چھاکٹا	چالاک	چِیپڑ	آنکھ کا میل
چڑ	بڑھ کر	چنگیری	روٹی رکھنے والا برتن

چھورَا	لڑکا	چھورِی	لڑکی

(د۔دھ)

دِن اُگیاَ	صبح ہی صبح	دِنگیہ	صبح
دِن چُھپے	شام	دَھاپ	مطمئن ہونا، پیٹ بھر جانا
دَادِیرو	دودھیال	دَھولی	سفید
دَوپیری	دوپہر	دَھردَے	رکھ دے
دَھار	علیحدہ	دَاوَن	چارپائی
داپھڑ	جلد کے پھپھولے	دَھورَے	پاس دُوجاَ دوسرا
دوجا	دوسرا	دَھانسی	کھانسی
ڈَربا	مرغیوں کا گھر	دَھولوَ	سفید، چِٹا
دِھیرَا	آہستہ ۔صبر و تحمل	دَھاک	اندیشہ
دِھی	بیٹی	داَدکاَ	دادا کا خاندان
دَھرتی	زمین	دَانڑو پاَنڑی	دانا پانی
دَائجا	جہیز	دَر	بالکل

(ڈ۔ڈھ)

ڈَانڈَا	چہاردیوار	ڈَانگ	ڈنڈا
ڈُھولِیا	پلنگ	ڈھیَر	کھیت
ڈَانس	مچھر	ڈَاکَن	ڈائن (نظر بد رکھنے والی عورت)
ڈُبکی	غوطہ، پانی میں سر چھپانا	ڈَولی	کھیت کی منڈیر، دیوار
ڈَھور	مال مویشی	ڈَھگرَے	کولہے
ڈُونگو	گہرا	ڈَٹ جا	مان جا/رک جا

(ر)

راَج	حکومت	رُوسَنا	روٹھنا
رَاجِی	خوشی	رَسوئی	باروچی خانہ

رُت	موسم	رِینٹلا	جس کی ناک بہتی ہو
رَولوَ	شور، ہنگامہ	رَاڑ	لڑائی۔جھگڑا
رَانڈِیا	نامراد، ناکارہ	رِیس	غصہ، ناراضگی، دیکھا دیکھی
رَابڑِی	راجستھان کے کسانوں کا کھانا جو باجرے یا مکئی کے آٹے کو چھاچھ میں پکا کر تیار کرتے ہیں		

(س)

سُوَاد	مزیدار	سَانگرِ	راجستھانی سبزی (ایک پھَلی)
سِیک (سیکھ)	نصیحت	سَرپنچ	چیئرمین
سَدائیں	ہمیشہ	سُنڈی	ناف
سِلڑِی	سِل	سَوٹی	ڈنڈی
سَنڈَاسی	برتن چولہے سے اتانے کی چمٹی	سُوگلا	جس سے کراہت آتی ہو
سَمچَار	خبریں	سِینچَا	اگایا
سَپُوت	فرمانبردار	سَین کرنا	اشارے کرنا
سَاسرا/ساسرو	سسرال	سُرُوپ	خوب صورت
سَاکھ	شہادت، گواہی	سَانگل	زنجیر، دروازے کی زنجیر
سَاسُو	ساس	سُسُرا	سسر، خسر
سَل	تکلیف	سُوں	قسم
سَوگند	قسم	سِنَف	ٹانگ میں درد کی لہر اٹھنا

(ش)

’’ش‘‘ کی آواز قائم خانی بولیوں میں موجود ہے مگر اس کا اظہار بالخصوص اس وقت ہوتا ہے جب یہ آواز لفظ کے درمیان میں واقع ہو لفظ کا پہلا حرف اگر ’’ش‘‘ ہوتا ہے تو یہاں کے لوگ اسے بالعموم ’’س‘‘ ہی بولتے ہیں۔ مثلاً ’’سیرؤ‘‘ (حلوا) سور (شور) وغیرہ، البتہ خواندہ افراد کا تلفظ صحیح ہوتا ہے۔

(ک۔کھ)

کِجاں	کہاں	کٹھا	کہاں
کِت	کہاں	کھاٹ	چارپائی

کِواڑ	دروازہ	کَس کَر	زور سے کھینچ کر
کَورِی	خالی	کَھاٹو	کھٹا
کُونی	کہنی	کاکو	چچا
کاٹھو	گاڑھا۔مضبوط	کَدّ ائی	کبھی کبھی
کاگلو	کوا	کالجو	دِل
کِھیرَہ	انگارہ	کھندلی	چھوٹی گدی
کال ئی	کل ہی	کُھڈا	دڑبہ
کَسّی	پھاوڑا	کاچی	کچی
کُھونسڑا	جوتے	کنٹھ	گلے،گلا
کُوکُوپتڑی	شادی کی تاریخ مقرر کرنے کا رُقعہ	کُمیڑی	فاختہ، مینا
کال	قحط	کَچّھا	نیکر
کاچ	شیشہ	کلیو۔کلیوا	ناشتہ
کُن (کنڑ)	کون	کُنسو	کون سا
کوتک	لڑائی رہنگامہ	کُچَرنی	شیطانی، شرارت
کوتکی	لڑائی کرنے والا	کوتھلی	تھیلی
کھوسنا	چھیننا	کَنا	پاس
کاکا	چچا(پنجابی۔چھوٹا بچہ)	کاگلا رکاگلو (کاگلی)	کوا
کالھ	کل	کِواڑ، کیوانڑ	دروازہ
کُترنی	قینچی	کچکڑا	پلاسٹک، نرم قسم کا
کد	کس وقت، کب	کَسارِی	ایک قسم کا کیڑا
کَسّیِ	زمین کھودنے کی چھوٹی پھاوڑی	کھاج	کھجلی۔خارش
کِتھے	کس طرف، کس جگہ	کھرنٹ	زخم یا پھوڑے کی اوپر کی خشکی
کھنکھار	بلغم، کھانسنا	کھوج	تلاش
کِیڑی	چیونٹی	کھوتی	بدذات

کھوسَن	لوٹنا	کد	کبھی
کِتّیِ	کتنی	گیئس	بال
کِرپاَن	تلوار	گاڑھی	کالی
کنّے	قریب	گالَس	کالک
کھیرے	جلے ہوئے کوئلے		

(گ۔گھ)

گُسیل	غصہ والا	گھونگٹو	گھونگھٹ
گاواں	گاؤں	گھانو	کوہلو، جہاں تیل نکالا جاتا ہے
گوڈو	گھٹنا	گھنِی	زیادہ
گیل	پیچھے	گاڈا	ریڑھا، ٹھیلہ
گیلنا	پیچھے کی طرف	گھڑا	مٹکا
گُومڑ ویا گومڑی	سوجا ہوا زخم، پھنسی	گا	گائے
گُدگاوَڑی	گدگدی	گِٹ	ناریل
گھِنداوَڑا	جس سے گھن آئے	گیان	دھیان، توجہ
گُھٹّی	نوزائیدہ بچے کو پہلی بار کچھ چٹانا	گاڈریا	گیدڑ
گیرنا	گرانا	گھالنا	ڈالنا
گھوچڑیا	پلے	گوڈلیاں چالنا	گھٹنوں کے بل چلنا
گودِی	گود	گانٹھری	گانٹھ، چھوٹا گٹھا
گجر	پھولوں کا ہار، کلائی کا ایک زیور	گِری	گودا، مغز
گھُمڑی	چکر	گھوٹو	گھوٹنا
گُوندڑو	لیسوڑا	گوکھرا	(دیوار) سیاں
گوت	خاندان	گھنڑی	بہت
گت	حالت	گوج	جیب

(ل۔لھ)

لُگائی	عورت	لَو ڈِیَو	سل کا بٹہ
لِیر لِیر	پیچھے پیچھے	لاَج	شرم، گھونگھٹ
لاَدو	ملا، پایا	لاَ رَا/لارو	بہانہ
لَپڑ	تھپڑ	لَک	رغبت۔ بہکاوا
لُونجی	اچار	لُونڑ	نمک
لُونڑِیَو	ایک قسم کا ساگ	لِیُری	کپڑے کی دھجی
لِیک	جوں کا انڈا۔ پکیر کا مخفف	لِیکھ	قسمت، لکھا ہوا

(م۔مھ)

مُوندھ	اُلٹا	مَچلیا	کھٹولہ
مَاچَا	چارپائی	مُوتھَا	سرپھرا
مُونڈَو	منہ	مَوڈَوبکرو	بغیر سینگ کا بکرا
مُومَاکھی	شہد کی مکھی	ماکھی	مکھی
مگرَیاں	کمر	مَاتھو	پیشانی
مَورِی	کھڑکی	مَوکلو	بہت زیادہ
مَان	برابر	مَھارَا/مھارو	ہمارا
مَھیں/مھے	ہم	منہک/منخ	انسان
مُوٹیار	آدمی، مرد	مِینڑو	بارش
ماَڑی	اونچی بلڈنگ	مَسی روٹی	بیسن کی روٹی
ماَڑا	کمزور	ماَنک	برابر
میل دا	رکھ دے	مَتیرا	تربوز
موُبھی	پہلا، پہلوٹی کا	مُوگری	تھاپی
مَوکھلو	سوراخ	مَاٹی	مٹی
مُوت	پیشاب	مَاپ	ناپ
ماجنو	آبرو	مَت	سوجھ بوجھ

مٹکو	مٹی کا گھڑا	مکوڑو/مکوڑا	چیونٹا
مَنّے	مجھے۔ مجھ کو	مُونج	بان، گھاس کی ڈوری
مَھانے/مَھارا	ہم کو	میڑی	اوپر کی منزل
مینڈھ	نر بھیڑ، دنبہ (اردو مینڈھا)	مِنڈھی	بالوں کی گتھی ہوئی لٹ
مَان	عزت، تکریم	مَوتھا	بے وقوف
مچھی (سندھی میں بھی مستعمل ہے) مچھلی			

(ن۔نھ)

نیڑا	نزدیک	ناڑو/ناڑا	ازار بند/کمر بند
نانیرو	ننھیال	ناگو، ناگی	ڈھیٹ، شرارتی
نیندراں باسی	نہار منہ	ناڑ	گردن
نچلا بیٹھ	خاموش ہو جا۔ آرام سے بیٹھ	ناتو	رشتہ
ناڑا	کمر بند، ازار بند (اردو، ناڑا)	نال	زینہ۔ بندوق کی نالی
نپوتو	بے اولاد	نچت	فارغ
ناتھو	روٹی رکھنے کا کپڑا	نَٹ نا۔ نٹ بو	انکار ہونا
نیوتا	بلاوا، دعوت	نولیو/نولیا	نیولا
نیارا	جدا، الگ	نیٹھ	بمشکل
نیمڑو	نیم کا درخت	نانکا (نانکا)	نانا کا خاندان
نگاسی	شادی کے لیے گھر سے رات کی روانگی کا جلوس		

(و)

وَاسطے میں	واقعی	واڑا، واڑی	محلّہ
وَاندا (سندھی میں بھی مستعمل ہے)	بے کار، فالتو	واں کو	ان کا
واں کی	ان کی	وَٹھے۔ اوٹھے	وہاں۔ اس جگہ
وَٹھی نے۔ اوٹھی نے	اس طرف۔ ادھر	وَئی	وہی۔ ہو بہو

(ھ)

ھلوان کو گوشت	چھوٹے بکرے کا گوشت	ھاڈ	ہڈی، ڈھانچہ
ہَلکت	عادت	ہَانسی	ہنسی
ہبَڑ دھبَڑ	جلد بازی	ہَنسلی	گلے کی گول ہڈی، گلے کا زیور
ہنُگارتا/ ہنکاریوں	ہاں کی آواز لگانا، اقرار	ہوش	غیر مہذب، اجڑ
ہرَ و برو	خوامخواہ		

(ی)

یَاس	دھیان	یا	یہ
یَو	یہ	یا اٹھے، اٹھے	اس جگہ
یاں کو	اِن کا	یاں کی	اِن کی

قائم خانی بولی اور راجستھان کی دیگر بولیوں میں صرف ونحو کی قرابت نظر آتی ہے جس سے ان کی نسبی تعلق اور لسانی روابط کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ گوکہ تذکیر و تانیث، جمع واحد کے صیغوں میں کہیں کہیں فرق ہے مگر اتنا نمایاں نہیں ہے۔ ذخیرۂ الفاظ کا اشتراک اور افعال و مصادر کی لفظی یگانگت، صرفی ونحوی اعتبار سے یہ بولی اب اردو کے زیادہ قریب ہے۔

(۵) قائم خانی بولی کا رسم الخط اور اس میں ہونے والی تبدیلیاں

زبان کے دولباس ہیں آواز اور حرف یعنی تقریر اور تحریر بنیادی اور فطری آواز ہے جو انسان کے گلے اور منہ سے نکلتی ہے دوسرا حرف ہے جس میں لپیٹ کر یہ زمانی اور مکانی فاصلے طے کرتی ہے یعنی مستقبل کے لیے محفوظ ہو جاتی ہے اور دور دراز کے مقامات تک لے جاتی ہے۔ آواز کو حرف پر اور تقریر پر ترجیح حاصل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ زبان بہت پرانے زمانے میں ایجاد ہوئی تھی۔ تحریر اس کے بعد کی ایجاد ہے۔ چناں چہ دنیا میں آج بھی ایسی بہت سے زبانیں یا بولیاں ہیں جو بولی جارہی ہیں مگر لکھی نہیں جاتی۔ قائم خانی بولی کا بھی یہی معاملہ ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر سہیل بخاری لکھتے ہیں:

> ’’تقریر اندھیرے اجالے میں ہر وقت ممکن ہے اس کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے لیکن تحریر روشنی تک ہی محدود رہتی ہے اس کا سلسلہ تاریکی میں کٹ جاتا ہے۔ تقریر میں جن طریقوں (مثلاً لب ولہجہ، زور اور تاکید، آواز کا اتار چڑھاؤ، وقفہ اور تسلسل، جوش اور گرمی وغیرہ) سے تاثیر پیدا کی جاتی ہے وہ تحریر میں کام نہیں آسکتے۔ تقریر کو تحریر میں منتقل کرتے وقت زبان کو ہموار بنانے کی فکر میں اس کا بہت سا حصہ حذف کردینا پڑتا ہے۔ جس سے فطری پن کی جگہ تصنع ابھر آتا ہے اور آواز میں جو زندگی کی گرمی ہوتی ہے حرف میں اس کی جگہ موت کی ٹھنڈک آجاتی ہے۔

آخری بات یہ کہ ’’لپی‘‘ زبان کی آوازوں کو پوری طرح گرفت میں نہیں لے پاتی۔حرف کا کوئی جامد زبان کے قد پر موزوں نہیں ہو پاتا یا اس میں کہیں جھول آ جاتا ہے۔ یا وہ کہیں سے کَس جاتا ہے۔آج تلکوئی لپی زبان کو ٹھیک ٹھیک قلم بند نہیں کر پایا یہی وجہ ہے کہ جب کوئی تحریر پڑھی جاتی ہے تو نہ زبان کا اصل تلفظ سننے کو ملتا اور نہ ہی اس کی ابتدائی تاثیر ہی محسوس ہو پاتی ہے۔‘‘ ۶۷

یہی وجہ ہے کہ جن زبانوں کا رسم الخط ہوتا ہے ان کا فطری پن اور تلفظ کا پتا چلتا ہے رسم الخط کے متعلق ڈاکٹر الانا اس سلسلے میں رقم طراز ہیں:

رسم الخط کے معنی ہیں لکھنے کا طریقہ۔۔دوسرے لفظوں میں کہہ سکتے ہیں کہ کسی ملک یا علاقے میں مروج لکھائی یا ’’لپی‘‘ رسم الخط اور صورتخطی میں خاص فرق یہ ہے کہ صورت خطی پورے ملک کے لوگوں کے لیے ہوتی ہے بے شک وہ لوگ الگ الگ مذہب سے تعلق رکھتے ہوں۔صورت خطی پر ملک میں ہر قوم، ہر قبیلے اور ہر خطے کے لوگ اختیار کرتے ہیں اور اسے سرکاری حیثیت حاصل ہوتی ہے۔مگر رسم الخط کے لیے یہ شرط لازمی نہیں ہوتی۔‘‘ ۶۸

جہاں تک قائم خانی بولی کے ’’رسم الخط‘‘ کا تعلق ہے تو الگ سے شناخت کے لیے اس بولی کا کوئی رسم الخط نہیں ہے۔ پاکستان میں یہ اردو ہی میں لکھی جاتی ہے اور راجستھان میں جہاں قائم خانی بولی جاتی ہے وہاں ہندی میں تحریر کی جاتی ہے جب کہ اس کے لہجے کو رسم الخط میں لکھنا مشکل ہے، اس کا تقریری روپ ہی اِس کی پہچان ہے۔واضح رہے کہ زبان کی تصہین میں تقریری روپ ہی معتبر ہوتا ہے، تحریری یا ادبی روپ نہیں، تحریری روپ میں کئی اسلوب ہو سکتے ہیں جن میں لفظیات کی حد تک ایک دوسرے سے کافی فرق ہوسکتا ہے۔۶۹

کسی زبان کی بقا اور تحفظ کے لیے رسم الخط کی اہمیت کا انکار ممکن نہیں لیکن جب معاملہ زبان کے ابتدائی ایام میں اس کی تعمیر وتشکیل کا ہو تب رسم الخط کی اہمیت ثانوی ہو جاتی ہے۔

ڈاکٹر فیروز احمد کی رائے میں:

’’راجستھانی کا رسم الخط فارسی نہیں بلکہ ناگری ہے جس میں موجودہ ہندی لکھی جاتی ہے۔اگرچہ بعض مورخین ادب، مارواڑی (راجستھانی کی قدیم شکل) کے لیے سدھ ماترک خط کا بھی ذکر کرتے ہیں مگر سچ یہ ہے کہ اس کا نام کا اگر کوئی رسم الخط تاریخ کے کسی دور میں تھا تو وہ رائج نہیں ہو سکا، البتہ اس رسم الخط کی ایک بڑی خصوصیت یعنی اس کا بائیں جانب سے لکھے جانے کا طریقہ قائم رہا جسے سنسکرت کی طرح ناگری نے بھی اپنا لیا اور یہی رسم الخط راجستھان کے لیے بھی مختص کر دیا گیا جب کہ ہند آریہ زبان ہونے کے باوجود اردو رسم الخط فارسی رہا۔‘‘ ۷۰

مارواڑی بولی کا رسم الخط مشکل ہونے کی وجہ سے اب ہندوستان میں قائم خانی ہندی رسم الخط ہی کو اپناتے ہیں جب کہ ’’مارواڑی زبان ناگری (ہندی) رسم الخط میں لکھی جاتی ہے مگر اس کے لیے بڑی محنت درکار رہے۔یہ ہندی رسم الخط کی ایک بگڑی ہوئی شکل ہے۔محمد اسحاق صدیقی رقم طراز ہیں:

''راجستھانی کی تمام بولیوں کے لیے دیوناگری بطور ادبی رسم الخط کے استعمال کیا جاتا تھا روزمرہ کے کاموں کے لیے مارواڑی خط کام آتا ہے۔

اس خط کا ماخذ کیتھی خط ہے تلفظ کے معاملے میں اس میں کوئی احتیاط نہیں برتی جاتی زور نویسی کے خیال سے ماتراؤں کو بھی اڑا دیا جاتا ہے لہذا یہ شارٹ ہینڈ کا کام دیتا ہے۔اس کے پڑھنے میں کبھی کبھی بڑی دشواری واقع ہوتی ہے۔مشہور قصہ ہے کہ ایک مارواڑی تاجر کلکتہ گیا اس کے منشی نے گھر خط لکھا:

''باپوا جمیر گیو، بڑی بہی بھیجد یئے'' لیکن خط کو یوں پڑھا گیا:''باپو آج مرگیو بڑی بہو بھیج دیجیے چناں چہ گھر پہ رونا پیٹنا شروع ہو گیا بعد میں جب حقیقت حال معلوم ہوئی تو احساس ندامت ہوا (یہ بات راجستھان میں لطیفہ کے طور پر مشہور ہے)۔''اے

راجستھان کا ایک رسم الخط (لپی) مریا بھی ہے جس کا اب صرف نام رہ گیا ہے۔یہ رسم الخط بغیر ماترائیں لگائے تحریر کیا جاتا تھا۔۲ے

راجستھان میں اردو کی مقبولیت وترویج کے سبب مقامی بولیوں اور زبانوں کے بے شمار الفاظ ہیں جو اب راجپوتانہ کے خطے اوکسی علاقے کے لیے اردو اجنبی نہیں رہی۔دورِقدیم ہی میں بعض ریاستوں کی دفتری زبان فارسی ہوگئی تھی جو بعدازاں اردو میں تبدیل ہوگئی۔راجستھانی بولیوں میں (جو الفاظ بول چال کی حد تک محدود تھیں) اتنی سکت نہیں تھی کہ وہ نئی زبان کا راستہ روکتیں اور پھر اردو وہاں کے لوگوں کے لیے کوئی نامانوس زبان بھی نہ تھی اس کے حروف تہجی میں تقریباً سب مقامی بولیوں کی آوازیں تھیں نتیجہ یہ ہوا کہ یہ زبان راجستھان کے شہروں اور قصبوں میں پھیلتی چلی گئی ہندو اسے ناگری اور مسلمان فارسی رسم الخط میں لکھنے لگے۔

سید سلمان ندوی لکھتے ہیں:

''راجپوتانہ میں اجمیر شہر مرکزی حیثیت رکھتا ہے وہ سارے کا سارا اردو بولتا ہے اس کی ریاستوں کی سرکاری زبان اردو ہی ہے۔وہاں کے رہنے والے یا تو ٹھیٹ ہندوستانی بولتے ہیں یا ایسی بولیاں جو ہندوستانی سے بالکل ملتی جلتی ہیں اور دہلی کے اثر سے متاثر ہیں ٹونک کی مادری زبان اردو ہے وہاں کے نواب وامراء اس زبان کے شاعر ہوئے ہیں دوسری ریاستوں میں بھی ہماری زبان کا سکہ چلتا ہے جے پور میں یہ بولی جاتی ہے ریاست کے محکمہ تعلیمات نے تمام سرکاری اور امدادی مدرسوں میں اردو کی تعلیم کو لازمی قرار دیا ہے۔مارواڑ وغیرہ میں بھی جو مقامی بولیاں ہیں وہ ہندوستانی ہی کی ایک قسم ہے گو لہجہ میں اس سے کڑی۔''۳ے

مارواڑی بولی میں اچھا خاصا ادبی ذخیرہ بھی ہے جو ڈنگل ادب کہلاتا ہے۔مگر اب یہ مارواڑی رسم الخط کے بجائے ہندی رسم الخط میں موجود ہے۔چناں چہ ہندوستان میں رہنے والے قائم خانی رسم الخط میں دیوناگری رسم الخط کا استعمال کرتے ہیں۔اس مطالعے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ قائم خانی بولی راجستھانی بولی کی ذیلی بولی (Sub-Dialect) ہے دراصل ہم کسی ایک بولی سے اس کا رشتہ متعین نہیں کر سکتے تاہم یہ راجستھانی بولیوں میں مارواڑی سے قریب ہے۔مگر جہاں جہاں قائم خانی آباد رہے وہاں کا لہجہ اور ذخیرۂ الفاظ بھی اُن

کی بولی میں شامل ہوتے رہے۔

حواشی:

۱۔ ڈاکٹر سہیل بخاری،''تشریحی لسانیات''،فضلی سنز لمیٹڈ،اردو بازار،کراچی ۱۹۹۸ء،ص ۱۳۔

۲۔ ڈاکٹر رؤف پاریکھ،''پاکستانی زبانیں، تحتی بولیاں اور قومی یک جہتی''،مجلّہ ''تحقیق''،شمارہ نمبر ۱۶،شعبۂ اردو،سندھ یونیورسٹی،جام شورو، ۲۰۰۸ء،ص ۵۳۔

۳۔ پروفیسر احتشام حسین،''ہندآریائی مسلمانوں کی آمد سے پہلے''،مجلّہ:اردوئے معلّٰی،لسانیات نمبر،جلد سوم،شمارہ نمبر ۴۔۵،دہلی،ص ۲۷۔

۴۔ بحیرہ روم کی جانب سے ہجرت کرکے آئے۔

۵۔ آسٹرک اور نگریٹو دونوں گروہوں کی زبانیں کیا تھیں یا انھوں نے قدیم ہندآریائی زبانوں پر کیا اثر ڈالا اس بابت معلومات نہیں ملتی۔

۶۔ ارشد بن یافث بن حضرت نوح علیہ السلام۔

۷۔ ابوالقاسم فرشتہ،''تاریخ فرشتہ،مطبوعہ نولکشور پریس،لکھنؤ،۱۹۳۳ء،ص ۱۲۔

۸۔ احتشام حسین،مضمون،''ہندآریائی مسلمانوں کی آمد سے پہلے''،ص ۲۷

۹۔ سراج الحق میمن،''سندھی بولی''روزنامہ نوہلال پاکستان کراچی،ستمبر ۱۹۸۳ء،ص ۱۱ تا ۱۷۔

۱۰۔ مولانا سیّد سلیمان ندوی،''نقوش سلیمانی''،مطبوعہ کلیم پریس،کراچی،۱۹۵۱ء،ص ۳۴۷۔

۱۱۔ عین الحق فرید کوٹی،مضمون''وادی سندھ میں دراوڑی زبان کی باقیات''اردو نامہ کراچی،شمارہ نمبر ۱۶،۱۹۶۳ء میں بہت سے الفاظ درج کیے ہیں۔جو ہندآریائی زبانوں میں پائے جاتے ہیں۔

۱۲۔ ڈاکٹر نبی بخش بلوچ،''سندھی بولی جی ادبی تاریخ''،حیدرآباد،سندھ،۱۹۸۰ء،ص ۱۱۔

۱۳۔ ڈاکٹر محی الدین زور قادری،''ہندوستانی لسانیات''،طبع سوم،مکتبہ معین الادب،لاہور ۱۹۶۱ء،ص ۷۔

۱۴۔ ''کول''،بھیل مقامی افراد انھیں''کولی''کہتے ہیں۔

۱۵۔ ڈاکٹر گیان چند جین،''تاریخ ادب اردو''دہلی،۱۹۹۸ء،ص ۱۷۔

۱۶۔ ڈاکٹر عزیز انصاری،''اردو اور راجستھانی بولیاں''،حرا فاؤنڈیشن،کراچی،۲۰۰۰ء،ص ۷۶۔

۱۷۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری،''اردو زبان کا ارتقاء''،ڈھاکہ پاک کتاب گھر،۱۹۵۶ء،ص ۱۰۵۔

۱۸۔ مولانا سیّد سلیمان ندوی،''نقوش سلیمانی''،مطبوعہ کلیم پریس،کراچی،۱۹۵۱ء،ص ۲۵۔

۱۹۔ ڈاکٹر گیان چند جین،''تاریخ ادب اردو''،ص ۲۱۔

۲۰۔ ڈاکٹر مسعود حسین خان،''مقدمہ تاریخ زبانِ اردو''،آزاد کتاب گھر،دہلی،۱۹۵۴ء،ص ۵۵۔

۲۱۔ ڈاکٹر فیروز احمد،''راجستھانی اور اردو''،گلوبل کمپیوٹرس،راج گنج بازار،جے پور،۲۰۱۰ء،ص ۳۴۔

۲۲۔ مرزا خلیل بیگ،''اردو زبان کی تاریخ''،مطبوعہ علی گڑھ،۱۹۹۰ء،ص ۱۳۱۔

۲۳۔ ڈاکٹر فیروز احمد،''راجستھانی اور اردو''،ص ۴۱۔

۲۴۔ مولانا سیّد سلیمان ندوی، ''نقوش سلیمانی، ص۲۳۔

۲۵۔ ڈاکٹر گیان چند جین، ''عام لسانیات''، اشاعت دوم، قومی کونسل برائے فروغ ادب اردو زبان، دہلی، ۲۰۰۳ء، ص۶۴۔

۲۶۔ ڈاکٹر رؤف پاریکھ، ''پاکستانی زبانیں، تحتی بولیاں اور قومی یک جہتی''، ص۵۴۔

۲۷۔ ڈاکٹر عزیز انصاری، ''اردو اور راجستھانی بولیاں''، ص۷۵۔

۲۸۔ مزید تفصیلات کے لیے ملاحظہ کیجیے: ڈاکٹر فیروز احمد کی تصنیف ''راجستھان اور اردو''، ص۳۲۔

۲۹۔ ڈاکٹر دشرتھ شرما، ''قائم خان راسا'' (ہندی مقدمہ) راجستھان اورینٹل پریس، جودھپور، ۱۹۸۳ء، ص۸۔

۳۰۔ اس سے متعلق ڈاکٹر عزیز انصاری نے اپنے مقالے: ''اردو اور راجستھانی بولیاں'' میں ایک چارٹ دیا ہے۔

۳۱۔ نذیر فتح پوری، ''اردو کا اثر راجستھانی بولیوں پر'' اسباق پبلی کشینز، پونے، ۲۰۱۱، ص۲۱۱

۳۲۔ ان علاقوں میں کئی بولیاں اور لہجے ہیں مگر تعداد اور رقبے کے اعتبار سے مارواڑی یہاں کی اہم بولی ہے۔

۳۳۔ اس زبان پر پنجابی، ہریانوی اور برج کے اثرات ہیں۔

۳۴۔ یہ بولی میں میواتی، میواڑی، ڈھونڈھاری، ہاڑوتی کا امتزاج ہے۔

۳۵۔ ڈاکٹر فیروز احمد، ''راجستھانی اور اردو''، ص۳۳۔

۳۶۔ نثار احمد خانزادہ ایڈووکیٹ، ''خان زادہ بولی''، تحقیقی مضمون، الزبیر (سہ ماہی) شمارہ نمبر ۱۔۲، تحقیقی وتنقیدی مجلّہ، اردو اکیڈمی بہاول پور، 2015، ص۱۴۴ تا ۱۵۳۔

۳۷۔ محبوب علی خان، ''تاریخ قوم قائم خانی'' مترجم: حاجی کپتان مظہر خان، پبلشر پرنٹرز الائیڈ پریس حیدر آباد، ۱۹۸۵ا ص ۳۲۸۔

۳۸۔ ڈاکٹر مینا ریا، ''ڈنگل میں ویرس''، ہندی، راجستھان اورینٹل پریس، جودھپور، ۲۰۰۰ء، ص۱۰ تا ۱۵۔

۳۹۔ ڈاکٹر ہیرا لال مہشوری، ''راجستھانی بھاشا اور ساہیتہ'' کلکتہ، ۲۰۰۶ء، ص۷

۴۰۔ ایضاً، ص۳۴۔

۴۱۔ ڈاکٹر فیروز احمد، ''راجستھانی اور اردو''، ص۴۰۔

۴۲۔ یہ سنسکرت کے لفظ راسک سے نکلا ہے۔ اس کے لفظی معنی نرگکی کے ہیں یہ ایک طرح کا رقص ہوتا ہے جو ایک دائرہ کی شکل میں کیا جاتا ہے ہر رقاص کے ہاتھ میں دو چھوٹے چھوٹے ڈنڈے ہوتے ہیں اور اسے آپس میں ٹکرا کر تال پیدا کی جاتی ہے اس طرح اس کو گایا جاتا ہے، راجستھانی، قائم خانی، گجراتی اور کچھی بولی میں اس کو ''راسوار'' بھی کہتے ہیں۔

۴۳۔ ڈاکٹر نذیر فتح پوری، ''اردو کا اثر راجستھانی بولیوں پر''، اسباق پبلی کیشنز، پونے، ۲۰۱۱ء، ص۶۱۔

۴۴۔ ڈاکٹر فیروز احمد، ''راجستھانی اور اردو''، ص۵۹۔

۴۵۔ ڈاکٹر نذیر فتح پوری، ''اردو کا اثر راجستھانی بولیوں پر''، ص۶۱۔

۴۶۔ ڈاکٹر دشرتھ شرما، ''قائم خان راسا''، ص۷۔

۴۷۔ ڈاکٹر فیروز احمد، ''راجستھانی اور اردو''، ص۶۱ تا ۶۳۔

۴۸۔ ڈاکٹر نذیر فتح پوری، ''تاریخ وتذکرہ فتح پور شیخاواٹی''، پونہ، ۲۰۰۳ء، ص۵۳۔

۴۹۔ حکیم مولوی عبدالشکور، ''تاریخ میؤ چھتری''، مرتبہ: حکیم اجمل خان، دہلی۔۱۹۷۴ء، ص۱۴۳۔

۵۰۔ ڈاکٹر فیروز احمد، ''راجستھانی اور اردو''، ص ۶۱۔

۵۱۔ ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی، ''اردو سندھی کے لسانی روابط''، نیشنل بک فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۹۷۶ء، ص ۱۹۸۔

۵۲۔ یعنی دو ہم وزن لفظوں میں کسی ایک آواز کے اختلاف سے معنی کا اختلاف پیدا ہو جائے اس کی مثالیں اور مواد شرف الدین اصلاحی کی تصنیف سے مدد لی گئی ہے، ص ۱۹۵ تا ۲۰۰۔

۵۳۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، ''جامع القواعد''، حصہ صرف، اردو سائنس بورڈ، لاہور، ۲۰۰۴ء، ص ۲۳۳۔

۵۴۔ یہاں خفیف سی آواز ''ڑ'' کی نکلے گی، قدیم اردو میں بھی کھانڑا کا استعمال ملتا ہے۔

۵۵۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، ''جامع القواعد''، حصہ صرف، ص ۲۴۰۔

۵۶۔ مولوی عبدالحق، ''قواعد اردو'' لاہور، ۱۹۵۸ء، ص ۵۶۔

۵۷۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری، ''اردو زبان کا ارتقاء''، پاک کتاب گھر، ڈھاکہ، ص ۱۸۷۔

۵۸۔ جودھپور (راجستھان ہندوستان) کے قائم خانی افراد ماسٹر کی جمع بناتے ہوئے ماسٹراں بھی کہتے ہیں۔

۵۹۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، ''جامع القواعد''، حصہ صرف، ص ۳۴۹۔

۶۰۔ اردوئے قدیم میں ''وے'' بجائے ''وہ''، جمع ضمیر غائب حالت فاعلی میں اور انھوں کا بجائے ان کا استعمال ہوتا تھا۔ یہی فرق قدیم اردو میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ ملاحظہ کیجیے: مولوی عبدالحق ''قواعد اردو''، ص ۴۳۔

۶۱۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، ''جامع القواعد''، حصہ صرف، ص ۳۱۶۔

۶۲۔ کہیں کہیں یہ ''کو، کی'' یا ''رو، ری'' بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے کہ ہنگو کے قائم خانی۔

۶۳۔ مولوی عبدالحق، ''قواعد اردو'' لاہور، ۱۹۵۸ء، ص ۱۱۲۔۱۱۳۔

۶۴۔ ڈاکٹر عبدالرحمٰن براہوی، ''براہوی اور اردو کا تقابلی مطالعہ''، براہوی اکیڈمی پاکستان، کوئٹہ، ۱۹۷۹ء، ص ۳۹۲۔

۶۵۔ مرزا قلیچ بیگ، ''سندھی ویاکرن'' (سندھی) حصہ ۳، سندھی ادبی بورڈ، حیدر آباد، ۱۹۶۰ء، ص ۲

۶۶۔ ڈاکٹر غلام علی الانا، ''سندھی بولی جو پیاس'' (سندھی) سندھیالوجی سندھ یونیورسٹی، جام شورو، ۲۰۰۵ء، ص ۱۸۵۔

۶۷۔ ڈاکٹر سہیل بخاری، ''تشریحی لسانیات''، فضلی سنز، کراچی، ۱۹۹۸ء، ص ۳۱۔

۶۸۔ ڈاکٹر غلام علی الانا، ''سندھی بولی جو پیاس''، ص ۲۰۵۔

۶۹۔ ڈاکٹر گیان چند جین، ''اردو کے آغاز کے نظریے'' (مضمون) مشمولہ اردو زبان کی تاریخ، مطبوعہ علی گڑھ، ۱۹۹۵ء، ص ۴۱۔

۷۰۔ ڈاکٹر فیروز احمد، ''راجستھانی اور اردو''، ص ۱۱۰۔

۷۱۔ محمد اسحاق صدیقی، ''فنِ تحریر کی تاریخ''، مطبوعہ ترقی اردو ہند، علی گڑھ، ۱۹۶۲ء، ص ۳۳۲۔

۷۲۔ باغ علی شوق، ''راجستھانی زبان و ادب''، ص ۲۷۔

۷۳۔ مولانا سید سلیمان ندوی، ''نقوش سلیمانی''، ایڈیشن ۵، مطبوعہ کلیم پریس کراچی 1951ء، ص ۱۲۳۔

فہرستِ اِسنادِمحولہ:

۱۔ احمد، فیروز، ڈاکٹر: ۲۰۱۰ء''راجستھانی اور اردو''، گلوبل کمپیوٹرس راج گنج بازار، جے پور، راجھستان۔

۲۔ اصلاحی، شرف الدین، ڈاکٹر: ۱۹۷۶ء، ''اردو اور سندھی کے لسانی روابط''، نیشنل بک فاؤنڈیشن، لاہور۔

۳۔ الانا، غلام علی، ڈاکٹر: ۲۰۰۵ء، ''سندھی بولی جوا پیاس''، سندھیالوجی سندھ یونیورسٹی، جامشورو۔

۴۔ انصاری، عزیز، ڈاکٹر: ۲۰۰۰ء، ''اردو اور راجھستانی بولیاں''، حرا فاؤنڈیشن، کراچی۔

۵۔ بخاری، سہیل، ڈاکٹر: ۱۹۹۸ء، ''تشریحی لسانیات''، فضلی سنز لمیٹڈ، اردو بازار، کراچی۔

۶۔ براہوی، عبدارحمان، ڈاکٹر: ۱۹۷۹ء''براہوی اور اردو کا تقابلی مطالعہ''، براہوی اکیڈمی پاکستان، کوئٹہ۔

۷۔ بلوچ، نبی بخش، ڈاکٹر: ۱۹۸۰ء، ''سندھی بولی جی ادبی تاریخ''، زیب ادبی مرکز، حیدرآباد۔

۸۔ بیگ، قلیچ مرزا: ۱۹۶۰ء، ''سندھی ویاکرن''، حصہ سوم، سندھی ادبی بورڈ، حیدرآباد۔

۹۔ بیگ، خلیل احمد، مرزا: ۱۹۹۰ء، ''اردو زبان کی تاریخ''، مطبوعہ ترقی اردو ہند، علی گڑھ۔

۱۰۔ خان، مسعود حسین، ڈاکٹر: ۱۹۵۴ء''مقدمہ تاریخ زبانِ اردو''، آزاد کتاب گھر، دہلی۔

۱۱۔ خان، علی محبوب: ۱۹۸۵ء، ''تاریخ قوم قائم خانی''، مترجم، حاجی کپتان مظہر خان، مطبع پرنٹرز الائیڈ پریس، حیدرآباد۔

۱۲۔ دشتھ، شرما، ڈاکٹر: ۱۹۸۳ء، ''قائم خان راسا'' راجھستان اورینٹل پریس، جودھ پور۔

۱۳۔ زور، محی االدین، قادری: ۱۹۶۱ء، ''ہندوستانی لسانیات''، مطبوعہ مکتبہ معین الادب، لاہور۔

۱۴۔ سبزواری، شوکت، ڈاکٹر: ۱۹۵۶ء، ''اردو زبان کا ارتقاء''، پاک کتاب گھر، ڈھاکہ۔

۱۵۔ شوق، علی، باغ: ۱۹۹۲ء، ''راجھستانی زبان وادب''، راجھستان ادب سبھا گز درآباد، چوہان اسٹریٹ، کراچی۔

۱۶۔ صدیقی، ابواللیث، ڈاکٹر: ۲۰۰۴ء، ''جامع القواعد'' (حصہ صرف)، اردو سائنس بورڈ، لاہور۔

۱۷۔ صدیقی، محمد اسحاق: ۱۹۶۲ء، ''فن تحریر کی تاریخ''، مطبوعہ ترقی اردو ہند، علی گڑھ۔

۱۸۔ عبدالشکور، حکیم، مولوی: ۱۹۷۴ء، ''تاریخ میؤ چھتری''، مرتبہ: حکیم اجمل خان، مطبع جمال پریس، دہلی۔

۱۹۔ عبدالحق، مولوی: ۱۹۵۸ء''قواعد اردو''، اکیڈمی سرکلر روڈ، لاہور۔

۲۰۔ فتح پوری، نذیر، ڈاکٹر: ۲۰۱۱ء، ''اردو کا اثر راجستھانی بولیوں پر'' اسباق پبلی کشینز، پونے۔

۲۱۔ فرشتہ، ابوالقاسم: ۱۹۳۳ء، ''تاریخ فرشتہ، مطبوعہ نولکشور پریس، لکھنؤ۔

۲۲۔ گیان چند، جین، ڈاکٹر: ۱۹۹۸ء، ''تاریخ ادب اردو''، جلد اول، مطبوعہ دہلی پریس، دہلی۔

۲۳۔ گیان چند، جین، ڈاکٹر: ۲۰۰۳ء، ''عام لسانیات''، اشاعت دوم، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، دہلی۔

۲۴۔ مہشوری، ہیرالال، ڈاکٹر: ۲۰۰۶ء، ''راجستھانی بھاشا اور ساہیتہ'' کلکتہ۔

۲۵۔ مینا ریا، ڈاکٹر: ۲۰۰۰ء، ''ڈنگل میں ویر رس''، ہندی، راجستھان اورینٹل پریس، جودھپور۔

۲۶۔ ندوی، سلیمان، سید مولانا: ۱۹۵۱ء، ''نقوش سلیمانی''، ایڈیشن ۵، مطبوعہ کلیم پریس کراچی۔